مجموعہِ کلام اَنیس و دَبیر

مرُتّبہ نظامی بدآیونی

مطبوعہ نظامی پریس بدآیوں

اَنیس و دبیر

کے

پانچ مرثیوں کا مجموعہ

جو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن آگرہ و اِلہ آباد اور ہندوستان

کی دوسری یونیورسٹیوں کے بی اے کے نصاب میں

داخل ہیں

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	دیباچہ ازمولف	
۱	میرانیس کے مختصر حالاتِ زندگی	
۲	مرزادبیر کے مختصر حالاتِ زندگی	
۳	جب رَن میں سربلند علیؑ کا علم ہوا (میرانیس)	
۴	بخدا فارسِ میدانِ تہور تھاحُر	
۵	پھوٹا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح	
۶	پیدا شعاع مہر کی مقراض جب ہوئی (مرزادبیر)	
۷	گلگونہ رُخسارِ فلک گرد ہے رَن میں	
۸	تشریح اسماء متعلقین اِمام حسینؑ	
۹	تشریح اسماء متعلقین یزید ملعون	

ایک اِحساس

ہم نے اس نادر و نایاب کتاب کو اپنے چچا زاکرِ اہلبیت حاجی مداح حسین صاحب کی چھوٹی سی لائبریری میں دیکھا جو کہ تقریباً ۷۷ سال پرانی تھی اور ماہ و سال کی گرد نے اِس کے اوراق کو نہایت سخت اور بوسیدہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے اکثر پلٹتے ہوئے اِس کے اوراق ٹوٹ جاتے تھے ۔یہ کتابیں ہمارا ایسا قیمتی سرمایا تھا کہ جن کو ضائع کر کے نہ صرف ہم نے اپنی اَدبی حیثیت ختم کردی بلکہ مذہبی لگاؤ بھی ناپید ہو گیا ۔ جب سے مغرب کے پروردہ لوگ بااختیار ہوئے تو اُنہوں نے تعلیمی نصاب کا قبلہ ہی بدل کے رکھ دیا ۔ میر انیس صاحب کی شاعری میں واقعاتِ کربلا کو اس طرح جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں خاندان ِ رسول کی محبت اور اُن کا درد پیوست ہوکر رہ جا تا ہے ۔غالباً یہی وجہ تھی کہ اُس وقت لوگ علمی مباحثے تو کرتے تھے لیکن اسلام کے نام پر مسجدوں اور امام بارگاہوں کو بیگناہوں کے خون سے رنگنے کا تصور تک نہیں تھا۔ بہر حال یہ تو ایک درد تھا جس کا یہاں معمولی سا اظہارکیا گیا ۔ہماری کوشش کا مقصد یہ ہے کہ اِس قریب المرگ کتاب کو دوبارہ زندہ کیا جائے ممکن ہے کہ اس طرح کسی کے مطالعے کی دسترس تک پہنچ سکے ۔اورق کی بوسیدگی کی وجہ سے بعض مقامات پر پورے بند کے بند غائب ہیں ۔ لیکن بعض جگہ سیاق و سباق اور الفاظ و محاوروں کی مدد سے ادھورے مصرعوں کی تصیح کی گئی ہے ۔ اور اُن نمبر پر سرخ رنگ میں ستارے کا نشان لگا دیا گیا ہے

کتابت

مختار حسین عاصم

دیباچہ از مؤلف

نظامی بدایونی پریس کی مطبوعہ چار جلدیں جن کی ترتیب وتصحیح مولانا علیؒ حیدر طباطبائی مرحوم نے فرمائی اِس قدر مقبول ہوئیں کہ پہلی جلد کی کوئی کاپی باقی نہ رہی اور دوسی جلد کے بھی دو چار ہی نسخے رہ گئے ہیں موجودہ کساد بازاری کہ جس سے کتابوں کی تجارت بھی مستثنیٰ نہیں کوشش کی جارہی کہ ان کتابوں کے دوسرے اڈیشن جلد سے جلد چھاپے جائیں میر انیس کے کلام کی مقبولیت اَب مجالسِ عزا تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ اِس کی رسائی ادبی حیثیت علمی اداروں تک بھی ہوگئی ہے میر صاحب کے کلام کی پہلی جلد الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے کے امتحان میں داخل ہے۔اور میر صاحب کے تین مرثیے جو اس مجموعے میں شامل ہیں جامعہ عثمانیہ اور آگرہ یونیورسٹی نے بھی اپنے نصاب میں داخل کیے ہیں۔ میر انیس کے اِن تین مجموعس کے علاوہ ہم نے اِس مجموعے میں مرزا دبیر کے دو مرثیے بھی شامل کردیے ہیں۔ اس وقت پانچ مرثیوں کے اِس مجموعے کو شائع کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ یہ پانچوں مرثیے ایک خوبصورت کتاب کی شکل میں بی اے کے طلبا تک پہنچ جائیں تاکہ اُنہیں مراثی کی ضخیم جلدیں خریدنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔اِن پانچ مرثیوں کی تصحیح میں ہم نے اپنی تمام امکانی کوششیں صرف کردی ہیں میر انیس کے تین مرثیے تو نظامی پریس کی مطبوعہ جلدوں سے لیے گئے ہیں اس لیے اِن میں تصحیح کی زیادہ زحمت نہیں اُٹھانی پڑی البتہ کتابت کی بعض غلطیاں اِمیں بھی درست کی گئیں۔مرزا دبیر کے دو مرثیے جو آخر میں درج ہیں وہ نولکشوری جلد سے لیے گئے ہیں جس میں کتابت کی غلطیوں نے مصرعہ کے مصرعہ اور بند کے بند مسخ کردئے ہیں اُس کی تصحیح میں ہم نے اُن لوگوں سے بھی مدد لی ہے کہ جن کے حافظے میں مرزا صاحب کے کلام کا زیادہ حصہ محفوظ ہے اِس کے علاوہ سیق وسباق اور الفاظ ومحاورات کی تحقیق سے مدد لے کر اِن کی تصحیح کی۔اِن کوششوں کے ذریعے اِس مجموعے کو اِس قابل بنایا گیا کہ طلبا انیس و دبیر اِس کے مطالعے سے صحیح طور مستفید ہوسکیں۔اِس کے علاوہ اُن ناموں کی فہرست بھی اِس میں شامل کردی گئی ہے کہ جو ان مرثیوں بار بار آتے ہیں اور اُن کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے پہلا حصہ امام حسینؑ کے اعزا اور رفقاء پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصے میں مخالفین کے نام ہیں اور آن کی تشریح ہے ہمیں اُمید ہے کہ ہماری یہ سعی مشکور ہوگی۔

خاکسار

نظامی بدایوں ۱۲جون ۱۹۳۳ء

میر انیس کے مختصر حالات

میر ببر علی نام میر مستحسن علی خلیقؔ کے صاحب زادے اور میر حسن کے پوتے تھے بزرگوں کا وطن دہلی تھا اُن کے پردادا میر غلام حسین ضاحکؔ انقلابِ دہلی کے بعد فیض آباد چلے آئے اِس زمانے میں میر حسن جوان تھے نواب آصف الدولہ نے جب فیض آباد کو چھوڑ کر لکھنو کو اپنا دارالحکومت بنایا تو میر حسن بھی لکھنو آ گئے۔ میر انیس فیض آباد میں پیدا ہوئے تاریخ پیدائش کی تحقیق نہیں مگر چونکہ انتقال ۲۹ شوال ۱۲۹۱ھ بمطابق دسمبر ۱۸۷۴ء ہے اور انتقال کے وقت اُن کی عمر ۷۱ برس بتائی جاتی ہے تو اِس حساب سے سال پیدائش ۱۲۲۰ھ بمطابق ۱۸۰۳ء بنتا ہے۔ میر صاحب عربی فارسی اور مذہبی علوم میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ بھی مذہبی مسائل سے بھی بخوبی آگاہ تھیں۔ اُن کی تربیت کا اخلاقی اثر میر صاحب پر بہت گہرا پڑا یہی وجہ ہے کہ میر صاحب غصے اور حقارت کے موقعہ پر بھی مخالفین کے لیے وہ لفظ استعمال نہیں کرتے تھے جو تہذیب سے گرے ہوئے ہوں۔ میر صاحب اپنے والد میر خلیق کے شاگرد تھے ابتدا میں غزل بھی لکھتے تھے مگر بعد میں اپنے والد کی نصیحت پر یہ شوق ترک کر کے مرثیہ لکھنا شروع کیا اور اِسی میں کمال حاصل کیا۔ متانت، سلاست، شگفتگی، اثر فصاحت اور آوُرد میں بھی آمد کی شان پیدا کر دینا میر صاحب کے کلام کا خاصہ تھا اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِن کے کلام میں رزم سے بزم کا درجہ زیادہ بلند ہے لیکن رخصتی، مناظر اور فضا کی تصویریں بے مثل کھنچتی ہیں۔ بڑے بڑے مسئلے اور سخت سے سخت مراحل سادہ الفاظ میں اِس آسانی سے نظم کر دیتے ہیں کہ اُن کی قادر کلامی پر حیرت ہوتی ہے۔ خودداری اور عزتِ نفس کا بہت خیال رکھتے تھے مگر یہ باتیں اپنی جائز حدود سے متجاوز نہ تھیں حالانکہ لکھنو میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی لیکن ہمیشہ دہلوی النسل ہونے پر ہمیشہ فخر کرتے تھے۔ مرثیہ گوئی کے ساتھ مرثیہ خوانی میں کمال حاصل تھا زبان سے جو مفہوم ادا کرتے اشارات سے اُس کی تصویر کھینچ دیتے تھے۔ آواز بھی بلند اور دلکش پائی تھی۔ قدیم شرفاء کی طرح وضع کے پابند تھے قد متوسط مائل بدرازی تھا بدن چھریرا چہرا کتابی رنگ گندمی تھا لمبی وضع دار مونچھیں، باریک کتری ہوئی داڑھی چوگوشیہ ٹوپی، ڈھیلی مہری کا پائجامہ گھیرے دار کرتا اور گھیتلا جوتا اُن کی وضع کی خصوصیات تھیں با اوقات اور قناعت پسند تھے لکھنو میں تالاب کٹورے کی کربلا میں دفن ہوئے سرے مدفن نام اور تاریخ وفات کی تختی نصب ہے

مرزا دبیر کے مختصر حالات

مرزا اسلامت علی نام۔ مرزا غلام حسین کے صاحب زادے تھے ۱۱ جمادی الاول ۱۲۱۸ھ کو ہندوستان کے شہر دہلی کے محلّہ بلی ماراں میں پیدا ہوئے اِن کے بزرگوں میں مرزا محمد رفیع المتخلص بہ رفیع مصنف قصیدہ اور روضہ رضواں تھے اور جد اعلیٰ شراز کے مشہور شاعر ملّا اہلی برادرِ حقیقی ملّا ہاشم شرازی مصنف مثنوی سحر ہلال ہیں۔ مرزا صاحب جب لکھنو آئے تو اُن کی عمر ۷ سال تھی۔ اُن والدہ لکھنو کی تھیں اِس سلسلے سے مستقل وطن لکھنو ہو گیا مرزا صاحب کی زوجہ میر انشاللہ خان دہلوی کی نواسی تھیں مرزا صاحب ۱۲ سال کی عمر میں فارسی اور کچھ عربی پڑھ چکے تھے کہ شاعر کا شوق پیدا ہوا اُن کے اَداشناس والد یہ شوق اور مرزا کی قدرتی زہانت دیکھ کر میر ضمیر کی خدمت میں لے گئے میر ضمیر کی فرمائش پر مرزا صاحب نے اُنہیں یہ قطعہ سنایا

کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے　　کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جس میں شام وسحر　　کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

اِسی جلسے میں میر ضمیر نے دبیر تخلص تجویز کیا۔ مرزا صاحب شاعری کے شوق کو جاری رکھتے ہوئے ترقی تعلیم میں مصروف رہے اور مرزا کاظم علی، مولوی فدا علی، ملّا مہدی مازندانی جیسے مستند علماء سے علومِ عربی کی تکمیل کی مرزا صاحب غزل بھی لکھتے تھے مگر مشاعروں شرکت پسند نہ تھی مرزا محمد رضا برقؔ کے اصرار پر اُن کے مشاعرے میں شریک ہوئے اور غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے

دفن کرنا مجھ کو کوئے یار میں　　قبر بلبل کی بنے گلزار میں

مرزا صاحب ٹھمریاں وغیرہ بھی کہتے تھے جو نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی فرمائش پر لکھی جاتی تھیں مرثیہ گوئی میں وہ کمال حاصل کیا جس کی عزت وشہرت محتاج بیان نہیں مرزا صاحب کے مرثیوں میں بلاغت، بلند پروازی، دقت پسندی اور شوکتِ الفاظ نمایاں خصوصیات ہیں رزم پر بزم کو ترجیع ہے اور بین خاصطور پر خوب لکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے سوز پڑھنے والے مرزا صاحب کے مرثیے زیادہ پڑھتے ہیں مرثیہ خوانی میں بھی مرزا صاحب کا رنگ میر صاحب سے علیحدہ تھا آپ کے پڑھنے میں ایک خاص قوت اور جوش ہوتا تھا۔ اِشارات اور حرکات سے کام لینا پسند نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مرثیہ خوانی میں اِشاروں کا تعلق اِس زیادہ نہیں ہونا چاہیے جتنا عام گفتگو میں ہوتا ہے مرزا صاحب کا رنگ پکا سانولا قد متوسط مائل بہ بلندی دہرا جسم بڑی بڑی آنکھیں دو اُنگل نیچی داڑھی رکھتے تھے۔ ڈھیلا پائجامہ اُسکے نیچے جانگھیا گھٹنوں سے نیچے کرتا اور اُس کے نیچے شلوکہ اور گھیتلا جوتا پہنتے تھے حافظہ بہت زبردست تھا ۳۰ محرم ۱۲۹۲ھ کو انتقال ہوا بحساب قمری ۷۴ اور بحساب شمسی ۷۲ سال عمر پائی لکھنو کے محلّہ نخاس (کوچہ دبیر) میں دفن ہوئے

میر انیس

جب رَن میں سربلند علیؑ کا علم ہوا فوجِ خدا پہ سایۂ اَبرِ کرم ہوا
چرخِ زبر جدی پئے تسلیم خم ہوا پنجے پہ سات بار تصدق حشم ہوا
دیکھا نہ تھا علم جو کبھی اِس نمود کا
دونوں طرف کی فوج میں غُل تھا درود کا

۲

وہ شان اَس علم کی وہ عباسؑ کا جلال نخلِ زمرّدی کے تلے تھا علیؑ کا لعل
پنجے پہ جان دیتی تھیں پریوں کا تھا یہ حال غُل تھا کہ دوشِ حور پہ بکھرے ہوئے ہیں بال
ہر لہر آبدار تھی کوثر کی موج سے
طوبیٰ بھی دَب گیا تھا پھریرے کی عوج سے

۳

تھا پنج تن کا نور جو پنجے پہ جلوہ گر عمّیٰ کی پتلیوں میں بھی تھا روشنیوں کا گھر
زرّے نثار کرتے تھے اُٹھ اٹھ کے اپنا زر تکتے تھے فوق سے تو ملک تحت سے بشر
اللہ ری چمک علمِ بوتراب کی
تارِ نظر بنا تھا کرن آفتاب کی

۴

قربان احتشامِ علمدارِ نامور رُخ پہ جلالتِ شہ مرداں تھی سر بسر
چہرا تو آفتاب سا اور شیر سی نظر قبضے میں تیغ بَر میں زرہ دوش پر سپر
چھایا تھا رُعب لشکرِ ابنِ زیاد پر
غل تھا چڑھے ہیں شیر الٰہی جہاد پر

۵

وہ عوج وہ جلال وہ اقبال وہ حشم وہ نور وہ شکوہ وہ توقیر وہ کرم
پنجے کی وہ چمک وہ سرافرازیِ علم گرتی تھی برق فوج مخالف پہ دمبدم

کیا رفعتِ نشان سعادت نشان تھی
سائے میں جس نشان کے طوبیٰ کی شان تھی

٦

پنجہ اُٹھا کے ہاتھ یہ کہتا تھا بار بار عالم میں پنجتن کی بزرگی ہے آشکار
یہ شش‌جہت انہیں کے قدم سے ہے برقرار کیوں ہفتہ دوست بنتے ہوائے قومِ نابکار
آٹھوں بہشت ملتی ہیں مولا کے نام سے
بیعت کرو حسین علیہ السلام سے

٧

غرفوں سے جھانک جھانک کے بولی ہر ایک حور صلِ علیٰ علم کی چمک ہے کہ برقِ طور
یارَب رہے نگاہِ بد اِس کی ضیا سے دور پنجہ ہے یہ کہ ایک جگہ پنجتن کا نور
جلوے ہیں سب محمد و حیدر کی شان کے
قربان اِس جواں کے نثار اِس نشان کے

٨

آگے کبھی نہ دیکھی تھی اِس حُسن کی سپاہ دنیا بھی خوبیوں کا مرقع ہے واہ واہ
دیکھیں کسے کسے کہ ہے ایک ایک رشکِ ماہ جاتی ہے جس کے رُخ پہ تو پھرتی نہیں نگاہ
دیکھو انہیں دموں سے ہے رونق زمین کو
چُن کر حسینؑ لائے ہیں کس کس حسین کو

٩

شہرہ بہت تھا حُسن میں کنعاں کے ماہ کا قصہ سُنا ہوا تھا زلیخا کی چاہ کا
یاں آفتاب کو نہیں یارا نگاہ کا یوسف ہے ایک ایک جواں اِس سپاہ کا
سنتے تھے ہم کہ عالم ایجاد وزشت ہے
ایسے چمن کھلے ہیں کہ دنیا بہشت ہے

۱۰

ہمشکلِ مصطفیٰ کا ہے کیا حسن کیا جمال — صبح جبیں ہے اور شبِ گیسو ہیں بے مثال
یہ لب یہ خط یہ چشم یہ اَبرو یہ رُخ یہ خال — یاقوت و مشک ونرگس ونجم وماہ وہلال
اِک گُل پہ یاں ہزار طرح کی بہار ہے
چہرہ نہ کہیے قدرتِ پروردگار ہے

۱۱

لختِ دلِ حسنؑ بھی ہے کس مرتبہ حسیں — جس کے چراغ حُسن سے روشن ہے سب زمیں
یہ زلفِ مشک بیز یہ آئینۂ جبیں — سرمایۂ خطا و ختن کائناتِ چیں
رُخ کی بلائیں لیتی ہیں پریاں کھڑی ہوئی
سہرے کی ہر لڑی سے ہیں آنکھیں لڑی ہوئی

۱۲

نامِ خدا ہیں عون و محمد بھی کیا شکیل — اک مہرِ بے نظیر ہے اک بدرِ بے عدیل
اَفروختہ ہیں رُخ یہ شجاعت کی ہے دلیل — ہمت بڑی ہے گوکہ ہیں عمریں ابھی قلیل
مثلِ علیؑ ہیں جنگ و جدل پر تلے ہوئے
دونوں کے نیمچوں کے ہیں ڈورے کھلے ہوئے

۱۳

عباسِ نامور بھی عجب سج کا ہے جواں — نازاں ہے جس کے دوشِ منور پہ خودنشاں
حمزہؑ کا رعب صولتِ جعفرؑ علیؑ کی شان — ہاشمؑ کا دل حسینؑ کا بازو حسنؑ کی جاں
کیونکر نہ عشق ہو شہِ گردوں جناب کو
حاصل ہیں سیکڑوں شرف اِس آفتاب کو

۱۴

اُس مہر کو تو دیکھو یہ زرے ہیں جس کے سب — سرتاجِ آسمان و زمیں نورِ عرشِ رب
اَبرِ کرم خدیوِ عجم خسروِ عرب — عالی ہمم امامِ اُمم شاہِ تشنہ لب

جنباں زبانِ خشک ہے زکرِ الٰہ میں
گویا کھڑے ہیں ختمِ رَسل رزمگاہ میں

۱۵

کیا فوج تھی حسینؑ کی اُس فوج کے نثار ایک ایک آبروِ عرب فخرِ روزگار
جرّار و دیں پناہ نمودار و نامدار لڑکوں میں سبز رنگ کوئی کوئی گلغذار
فوجیں کوئی سماتی تھیں اُنکی نگاہ میں
وہ سب پلے تھے بیشہ شیرِ الٰہ میں

۱۶

ایک ایک ملکِ جرات و ہمت کا بادشاہ کیوانِ خدم سپرِ حشم عرشِ بارگاہ
آنکھیں غزال رشک مگر شیر کی نگاہ وہ رُعب چتونوں میں کہ اللہ کی پناہ
دیکھا تو دل کو توڑ کے برچھی نکل گئی
اَبرو زرا جو ہل گئے تلوار چل گئی

۱۷

وہ اشتیاقِ جنگ میں لڑکوں کے ولولے بیتاب تھے کہ دیکھیے تلوار کب چلے
چہرے وہ آفتاب سے وہ چاند سے گلے سب فاطمہؑ کی بیٹیوں کے گود کے پلے
اِک اِک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا
جس پہ علیؑ نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

۱۸

اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے یہ نیمچے نہ لیویں گے دَم بے لہو پئے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جئے صدقے ہوں اِس قدم پہ یہ سر ہیں اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا
آج آپ دیکھیے گا تماشا لڑائی کا

۱۹

بچپن پہ خادمانِ اولوالعزم پہ نہ جائیں　جب چاہیں معرکے میں ہمیں آپ آزمائیں
تن تن کے روکیں برچھیں ہنس ہنس کے زخم کھائیں　بجلی گرے تو منہ پہ جھجک کر سپر نہ لائیں
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھیں نکالیے
بڑھ کر ہٹیں جو پاؤں تو سر کاٹ ڈالیے

۲۰

کہتے تھے مسکرا کے یہ زینبؑ کے دونوں لعل　کھلتے ہیں خود دلیروں کے جوہر دمِ جدال
ہر وقت چاہیے مددِ شیر زوالجلال　نعرہ ابھی کریں تو ہلے عرصہِ قتال
اُتری ہے تیغ جن کے لیے وہ دلیر ہیں
سب ہم کو جانتے ہیں کہ شیروں کے شیر ہیں

۲۱

یہ چپکے جو کرتے تھے باہم وہ گلعذار　شبیر دیکھتے تھے کنکھیوں سے بار بار
پاس آ کے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار　سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جانثار
جرات ٹپک رہی ہر اِک کے کلام سے
یہ نیچے رُکیں گے بھلا فوجِ شام سے

۲۲

یہ سِن یہ زور و شور یہ عمریں یہ آن بان　یہ بھولے بھالے منہ یہ جوانمردیاں یہ شان
باتیں رجز سے کم نہیں اللہ رے خوش بیان　چلتی ہے زلفقارِ علیؑ کی طرح زبان
کس دبدبے سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں
جیسے چلن لڑائی کے سب دیکھے بھالے ہیں

۲۳

زینبؑ کے لاڈلوں کی طرف دیکھیے حضور　مِثلِ عرق ٹپکتا ہے پیشانیوں سے نور
رُخ پہ جلال شیرِ خدا کا ہے سب ظہور　پرتو گلوں کا ہے کہ چمکتی ہے برق طور

دونوں میں صاف حیدرؑ و صفدرؑ کے طور ہیں
اللہ کی پناہ یہ تیور ہی اور ہیں

۲۴

یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف مشکل کشا کی فوج نے باندھی اِدھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوئے ابنِ شہِ نجف سینوں کو غازیوں نے اُدھر کر دیا ھدف
تھا بسکہ شوقِ جنگ ہر اِک رشکِ ماہ کو
جوش آگیا وغا کا حسینی سپاہ کو

۲۵

غصے سے آفتاب ہوئے مہوشوں کے رنگ فوجوں پہ جا پڑیں یہ دلوں کو ہوئی اُمنگ
تن تن کے برچھیاں جو سنبھالیں برائے جنگ بے چین ہوگئے فرسِ ابلق و سرنگ
پاسِ اَدب سے شاہ کے صف بڑھ کے تھم گئی
پٹڑی ہر اِک سوار کی گھوڑے پہ جم گئی

۲۶

کہتا ہوا بڑھا کوئی قبضے کو چوم کے بھالا کسی نے رکھ لیا کاندھے پہ جھوم کے
بولا کوئی یہ غول ہیں کیا شام و روم کے ٹکڑے اُڑائیں گے عمر و شمرِ شوم کے
نامرد ہیں جو آنکھ چراتے ہیں مرد سے
دونوں کو چار کرکے پھریں گے نبرد سے

۲۷

دو لاکھ سے نظر کسی غازی کی لڑ گئی بَل کھا کے رُخ پہ زلف کسی کی اکڑ گئی
چتون کسی کی شورِ دہل سے بگڑ گئی منھ سُرخ ہوگیا شکن اَبرو پہ پڑ گئی
نکلا کوئی سمند کو زانو میں داب کے
غصے سے کوئی رہ گیا ہونٹوں کو چاب کے

۲۸

بڑھ کر کسی نے تیر ملایا کمان سے نیزا کوئی ہلانے لگا آن بان سے
نعرہ کسی کا پار ہوا آسمان سے تلوار کھینچ لی کسی صفدر نے میان سے
اِک شور تھا کہ تلخ کیا ہے حیات کو
لاشوں سے چل کے پاٹ دو نہر فرات کو

۲۹

سنتے ہی یہ کلام جوانانِ نامور لڑکے الگ کھڑے ہوئے غول اپنا باندھ کر
کہتے تھے نیمچے لیے وہ غیرتِ قمر یا رَب شکست کوفیوں کو دے ہمیں ظفر
سر کے نہ پھر وغا سے جو بڑھ کر قدم گڑے
جا کر درِ یزید پہ اپنا علم گڑے

۳۰

عباس شہ سے کہتے تھے بپھرے ہوئے ہیں شیر تیر اُس طرف سے آتے ہیں اَب کس لیے ہے دیر
دو دن کی بھوک پیاس میں ہیں زندگی سے سیر مولا غلام سے نہیں رکنے کے یہ دلیر
پاسِ اَدب سے غیض کو ٹالے ہوئے ہیں یہ
شیرِ خدا کی گود کے پالے ہوئے ہیں یہ

۳۱

کس کو ہٹائے کس کو سنبھالے یہ جانثار مرنے پہ ایک دل ہیں بہتّر وفا شعار
ہے مصلحت کہ دیجیے اَب اِذنِ کارزار ایسا نہ ہو کہ جا پڑیں لشکر پہ ایک بار
برہم ہیں سرکشی پہ سوارانِ شام کی
اکبر کی بات مانتے ہیں نہ غلام کی

۳۲

جب روکتا ہوں میں اُنہیں اے آسماں سریر کہتے ہیں کیوں اِمام کی جانب لگائے تیر
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ شریر ہنگامِ جنگ شیر کے بچے ہوں گوشہ گیر

کس قہر کی نظر سے لعینوں کو تکتے ہیں
بچوں کو ہے یہ غیظ کہ آنسو ٹپکتے ہیں

۳۳

اِک اِک جری کو نشئہ جرات کا جوش ہے　　عالم ہے بیخودی کا پہ مرنے کا ہوش ہے
ہر صف میں یا علیؑ ولی کا خروش ہے　　کہتے ہیں بار بار کہ سر بارِ دوش ہے
مشتاق ہیں وہ پیاس میں تیغوں کی گھاٹ کے
ڈر ہے کہ مر نہ جائیں گلے کاٹ کاٹ کے

۳۴

حسرت سے کی سوئے رُفقاء شاہ نے نظر　　بولے حبیب نذر کو حاضر ہیں سب کے سر
فرمایا شاہ نے ہم بھی ہیں آمادہِ سفر　　اَچھا بڑھے جہاد کو ایک ایک نامور
یہ راہِ حق ہے جو قدم آگے بڑھائے گا
دربارِ مصطفیٰ میں وہی پہلے جائے گا

۳۵

مژدہ یہ سن کے شاد ہوئے غازیانِ دین　　اِک اِک دلیر جانے لگا سوئے فوجِ کین
جب نعرزن ہوئے صفتِ شیرِ خشم گین　　تھرائے آسماں کے طبق ہل گئی زمین
برپا تھا شورِ حشر دلیروں کی حرب سے
فوجیں تو کیا جہاں تہہ و بالا تھا ضرب

۳۶

اللہ رے جہادِ حبیب و زہیر قین　　برپا تھا گویا معرکہِ خندق و حنین
جب مرگئے وہ عاشق سلطان مشرقین　　مقتل میں پیٹتے ہوئے دوڑے گئے حسینؑ
یوں جا کے روئے اُن کے تن پاش پاش پر
جس طرح بھائی ہے روتا بھائی کی لاش پر

۳۷

خالی ہوا قدیم رفیقوں کا جب پرا　کانپا سپہر شاہ نے دمِ سرد یوں بھرا
کٹنے لگا عزیزوں کا بھی جب چمن ہرا　گہہ روئے آپ ہاتھ جگر پر کبھی دھرا
لڑکے جو یک بیک کئی ہاتھوں سے کھو گئے
ٹکڑے حسنؑ کی طرح کلیجے کے ہو گئے

۳۸

تھی قہرِ حق عقیل کے پوتوں کی کارزار　شمشیرِ حیدری کا نمونہ تھے جن کے وار
بابا کی لاج رکھ گئے جعفر کے یادگار　تھے تین چار شیر کہ جھپٹے سوئے شکار
فتح و ظفر تھی مثلِ علیؑ اختیار میں
پنجے میں تھا وہی جسے تاکا ہزار میں

۳۹

نکلے برادرانِ علمدارِ صف شکن　دکھلا دیے علیؑ کی لڑائی کے سب چلن
بے سر تھے مورچوں میں جوانانِ پیل تن　لاشوں پہ لاشیں گرتی تھیں پڑتا تھا رَن پہ رَن
آنکھوں میں پھر رہی تھی چمک ذوالفقار کی
عباس داد دیتے تھے ایک ایک وار کی

۴۰

تھا چھوٹے بھائیوں کے لیے مضطرب جو دل　گہہ شہ کے پاس تھے کبھی لشکر کے متصل
نعرہ یہ تھا کہ شیر ہے ماں کا تمہیں بحل　شیرو رُکیں نہ ہاتھ بدن گو ہے مضمحل
یہ وقتِ آبرو ہے بڑی جدو کد کرو
ہاں بھائیو اِمام کی اپنے مدد کرو

۴۱

اُلٹو پرَوں کو اور صفوں کو بچھا کے آؤ　ساحل کے پاس خون کے دریا بہا کے آؤ
جب باگ اُٹھاؤ فوج کے اُس پار جا کے آؤ　یا مر کے آؤ یا اُنہیں رَن سے بھگا کے آؤ

ہاں صفدرو نشاں نہ رہے فوجِ شام کا
بیٹوں کو پاس چاہیے بابا کے نام کا

۴۲

روکر حسینؑ کہتے تھے بھائی سے دمبدم دولت پدر کی لٹتی ہے اور دیکھتے ہیں ہم
جینے نہ دیگا آہ ہمیں بھائیوں کا غم عباس عرض کرتے تھے اےٗ قبلہِ اُمم
اَب باپ کی جگہ شہ عالی مقام ہیں
صدقے نہ کس طرح ہوں کہ ہم سب غلام ہیں

۴۳

بے جاں ہوئے جو راہِ خدا میں وہ شیر نر حضرت ضعیف ہوگئے خم ہو گئی کمر
ماتم میں تھے کہ موت نے لوٹا حسنؑ کا گھر اِک دَم میں قتل ہوگئے دونوں جواں پسر
سب چل بسے نبیؐ و علیؑ پاس رہ گئے
ستر دو تن میں اکبرؑ و عباسؑ رہ گئے

۴۴

آیا نظر جو لاشہِ نوشاہِ نیک خو اکبرؑ کی چشمِ تر سے ٹپکنے لگا لہو
کی غیظ کی نظر طرفِ لشکرِ عدو پہلو سے آئے روتے ہوئے شاہ کے روبرو
نکلی یہ بات جوشِ بکا میں زبان سے
قاسم کے ساتھ جائیں گے ہم بھی جہان سے

۴۵

بچپن سے ہم سے یہ نہ ہوئے تھے کبھی جدا سوئے تو ایک فرش پہ کھیلے تو ایک جا
طفلی کا ساتھ چھوٹ گیا وا مصیبتا مر جائے ایسا بھائی تو جینے کا کیا مزا
حسرت یہ ہے کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
پہلو میں ابنِ عم کے ہماری بھی لاش ہو

۴۶

شہ نے کہا کہ سچ ہے یہ ایسا ہی ہے الم　　خالق جہاں بھائی کا بھائی کو دے نہ غم
بازو کا ٹوٹنا اجل آنے سے کیا ہے کم　　مر مر کے غم میں بھائی حسنؑ کے جیے ہیں ہم
تازہ تھا غم پدر کا خوشی دل سے فوت تھی
عباسِ نامدار نہ ہوتے تو موت تھی

۴۷

بھائی کے بعد اِن سے ملی لذتِ حیات　　بیکس کے غمگسار تھے یہ یا خدا کی ذات
خالی نہ پائی مہر و مروت سے کوئی بات　　سویا جو میں تو اُن کی کٹی جاگتے میں رات
صدمے بھلائے دل سے حسنؑ کی جدائی کے
رونے نہیں دیا مجھے ماتم میں بھائی کے

۴۸

ہے اُن کے اِتحاد کا سب سے جدا مزا　　بیٹے کا لطف بھی کا حظ باپ کا مزا
ملتا ہے اُن کی بات سے ہر دم نیا مزا　　اوجھل یہ آنکھوں سے ہوں تو جینے کا کیا مزا
قائم رکھے خدا کہ علیؑ کے نشان ہیں
مالک یہی ہیں گھر کے ہی تن کی جان ہیں

۴۹

قوت جگر کی تم ہو تو یہ بازوؤں کا زور　　بچھڑا جو ایک دو میں تو پھر ہیں کنارِ گور
ہوتا ہے زخم دل میں نمک آنسوؤں کا شور　　جب پتلیاں نہ ہوویں تو چشمِ بشر ہے کور
تم پہلوؤں میں تھے جو یہ بیکس سنبھل گیا
پھر خاتمہ ہے جسم سے جب دم نکل گیا

۵۰

بس دیکھ کر نہال ہوئے گلشن جہاں　　گزرے بہارِ عمر کے دن آ گئی خزاں
اُٹھ جائے جلد خلق سے یہ پیر ناتواں　　پھولو پھلو جیو کہ ابھی تم تو ہو جواں

عمریں بھی ہیں قلیل کچھ ایسے مُسن نہیں
دونوں کا ہے شباب یہ مرنے کے دن نہیں

۵۱

اِن سے نشاں علیؑ ہے تم سے ہمارا نام گھر مٹ گیا نبی کا جو دونوں ہوئے تمام
میت کے دفن کا بھی مناسب ہو اہتمام مرنے کے بعد کوئی تو آئے ہمارے کام
تُربت پہ تم سے گُل ہوں تو دل باغ باغ ہو
اندھیر ہے جو قبرِ پدر بے چراغ ہو

۵۲

کچھ نہ ذکرِ ہجر یہ صدمہ ہے دل خراش بہر پدر کرو کفن و گور کی تلاش
ہوگا یہ جسم ظلم کی تیغوں سے پاش پاش دو شخص چاہییں کہ اُٹھائیں ہماری لاش
رونے کو کوئی دوست نہ یاور سرہانے ہو
فرزند پائنتی ہو برادر سرہانے ہو

۵۳

اکبر نے سن کے آپ سے یہ اَشکِ خوں بہائے عباس بول اُٹھے نہ خدا وہ گھڑی دکھائے
ہے زندگی یہی کہ ہمیں پہلے موت آئے خاک اُس غلام پر کہ جو آقا کی لاش اُٹھائے
دیتے ہیں جان اہلِ وفا نام کے لیے
پائے ہیں کیا یہ ہاتھ اِسی کام کے لیے

۵۴

بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کے وہ باوفا جھک کر کہا حسینؑ نے بھائی یہ کیا کہا
قاسم کا ذکر کرتے تھے ہمشکلِ مصطفیٰ باتیں تو اُن سے تھیں تمہیں کیوں غیظ آ گیا
ہم تم تو ساتھ گلشنِ ہستی سے جائیں گے
اچھا ہماری لاش کو اکبر اُٹھائیں گے

۵۵

اُٹھیے قدم سے آپ کی اُلفت کے میں نثار غصے میں بھول جاتے ہو بھیا ہمارا پیار

آنکھیں قدم پہ مل کہ یہ بولا وہ نامدار بے اِزنِ جنگ سر نہ اُٹھائے گا خاکسار

ایسا نہ ہوں خجل ہوں رسالت مآب سے

پہلے مروں گا اکبر عالی جناب سے

۵٦

صدقہ علیؑ کی روح کا اکبر کو روکیے دے کر قسم شبیہ ِ پیمبر کو روکیے

نورِ نگاہِ بانوئے بے پَر کو روکیے ائے آفتابِ دیں مہ اَنور کو روکیے

پہلے رضا ملے تو بہت نیک نام ہوں

آقا یہ شہزادہ ہے اور میں غلام ہوں

۵۷

شہ نے کہا کہ سر تو قدم سے اُٹھایئے لیجیے رضائے حرب نہ آنسو بہایئے

فرقت میں ہم جیئں کہ مریں خیر جایئے اپنی سکینہ جان سے جاکر مل آیئے

زوجہ کو پیٹتے ہوئے سر دیکھ لیجیے

بچوں کو اور ایک نظر دیکھ لیجیے

۵۸

عباسؑ شہ کے گرد پھرے اُٹھ کے سات بار بھائی کو گھر میں لیکے چلے شاہِ ذی وقار

بولا وہ پیک شاطرِ فوجِ ستم شعار لو اِزنِ جنگ پا چکے عباسؑ ِ نامدار

خود دیکھ کر یہ حال پھرا ہوں میں راہ سے

ملنے گئے ہیں خیمے میں ناموسِ شاہ سے

۵۹

تھے آگے آگے ہاتھوں سے تھامے کمر اِمام نعرہ یہ دَم بدم تھا کہ اَب ہم ہوئے تمام

تیغوں سے گھاٹ روک لو آیا وہ نیک نام اَب معرکہ ہے قہر کا ائے ساکنانِ شام

دیکھو بچے رہو کہ لڑائی ہے شیر سے
چھوٹے گی مشکلوں میں ترائی دلیر سے

۶۰

دل ہل گئے سپاہ کے سنتے ہی یہ خبر کانپے مثالِ بید جوانانِ پُر جگر
ہلچل میں اِس طرف کے پرَے ہو گئے اُدھر ساحل سے ہٹ کے نہر پکاری کہ اَلحذر
پیچھے ہٹیں صفیں کہ طلاطم عیاں ہوا
دریا جو باڑھ پر تھا وہ اُلٹا رواں ہوا

۶۱

ٹوٹے وہ مورچ جو بندھے تھے پئے جدال برچھی گری زمیں پہ کسی کی کسی کی ڈھال
اللہ ری ہیبتِ خلفِ شیرِ ذوالجلال کانپی زمیں کھڑے ہوئے روئیں تنوں کے بال
منھ زرد ہو کے رہ گیا ہر نوجوان کا
دَشتِ نبرد کھیت بنا زعفران کا

۶۲

تھا شش جہت میں غُل کہ یہ ہے روزِ انقلاب اُلٹے گا اَب زمیں کا وَرق اِبن بوتراب
اِس شیر پر نہ ہوگی کوئی فوج فتح یاب بس اَب بِنائے عالمِ اِمکاں ہوئی خراب
حملہ غضب ہے بازوئے شاہِ حجاز کا
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمیں کے جہاز کا

۶۳

ڈر سے ہوا تھی ایک طرف گرد اِک طرف بھرتے تھے خیبری بھی دمِ سرد اِک طرف
سمٹے ہوئے تھے کوفے کے نامرد اِک طرف تھے روسیاہ شام کے سب زرد اِک طرف
بھاگے تھے نیزہ باز لڑائی کو چھوڑ کے
ضیغم نکل گئے تھے ترائی کو چھوڑ کے

۶۴

تھی اَبتری سپاہِ ضلالت شعار میں　اِس صف میں تھی وہ صف یہ قطار اُس قطار ہیں
سو بار جو لڑے تھے اکیلے ہزار میں　وہ جائے اَمن ڈھونڈتے تھے کارزار میں
چہرے تھے زرد خوف سے حیدر کے لعل کے
نامرد منھ چھپاتے تھے گھونگھٹ میں ڈھال کے

۶۵

سرکردہائے فوجِ مخالف تھے بے حواس　کچھ شمر کے قریب تھے کچھ تھے عمر کے پاس
سب کا یہ قول تھا کہ ہوئی زندگی سے یاس　ضربِ علیؑ ہے ضربِ علمدارِ حق شناس
طاقت سے ہیں بھرے ہوئے بازو دلیر کے
خیبر کُشا کا زور ہے پنجے میں شیر کے

۶۶

اِس فوج میں تو ہے یہ تزلزل یہ اِنتشار　ہتھیار اِدھر لگاتے ہیں عباسِؑ نامدار
مُضطر ہیں بیبیاں شہِ والا ہیں بے قرار　بھائی کے منھ کو دیکھ روتے ہیں بار بار
بیٹا کھڑا ہے چاک گریباں کیے ہوئے
روتی ہے سوکھی مشک سکینہ لیے ہوئے

۶۷

منھ دیکھتی ہے باپ کا جب وہ بچشمِ تَر　کہتے ہیں یہ اِشارے سے سلطانِ بحر و بَر
لٹتا ہے باپ تم کو سکینہ نہیں خبر　جانے نہ دو چچا کو ہمیں چاہتی ہو گر
آنسو بہا بہا کے نہ پانی کا نام لو
دامن قبا کا ننھے سے ہاتھوں سے تھام لو

۶۸

بھائی کے اضطراب میں زینب کا ہے یہ حال　ڈھلکی ہوئی سر سے رِدا اور کھلے ہیں بال
عباسؑ سے یہ کہتی ہیں رو کر بصد ملال　چھوڑو نہ شہ کو اَے اَسدِ کبریا کے لعل

کیا کہتے ہو سکینہ سے منھ موڑ موڑ کے
بھیا کدھر چلے میرے بھائی کو چھوڑ کے

۶۹

دیکھو تو حالِ سبطِ رسول فلک اَساس بیٹی کا غم بھتیجے کا ماتم ہجومِ یاس
ہے کثرتِ سپاہ میں تنہا وہ حق شناس قربان جاؤں تم تو رہو بیوطن کے پاس
عاشق ہو دلبرِ اَسدِ زوالجلال کے
بازو قوی تمہیں سے ہیں زہرؑا کے لعل کے

۷۰

عباس کہتے ہیں کہ نہ جاؤں تو کیا کرو کیونکر نہ حق اِمامِ زماں کا اَدا کروں
اُلٹوں صفیں ہزروں سے تنہا وغا کروں یہ سر ہے اِس لیے کہ قدم پر فدا کروں
پہنچا ہے فیض سیّدِ خوش خو کے ہاتھ سے
دنیا میں کچھ تو کام ہو بازو کے ہاتھ سے

۷۱

رُخصت طلب ہے شاہ سے اکبر سا لالہ فام شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام
اللہ روکیے نہ اَب اَئے خواہرِ اِمام وہ اَمر کیجیے کہ بڑھے جس میرا نام
بیکس ہوں ساتھ ماں نہیں سر پہ پدر نہیں
میں آپ کا غلام تو ہوں گو پسر نہیں

۷۲

باتیں یہ سُن ک روتی ہے زینبؑ جھکائے سر تھّرا رہی ہے زوجہِ عباسِ نامور
چہرہ تو فق ہے گود میں ہے چاند سا پسر مانع ہے شرم روتی ہے منھ پھیر پھیر کر
موقع نہ روکنے کا ہے نہ بول سکتی ہیں
حضرت کے منھ کو نرگسی آنکھوں سے تکتی ہیں

۷۳

۷۴

کہتی ہیں رو کے بانوئے عالم سے بار بار ہمکو تباہ کرتے ہیں عباسِؑ نامدار
ہے لونڈیوں کے باب میں بی بی کو اختیار کچھ آپ بولتی نہیں اِس وقت میں نثار
کہیے جو روکنے کی کوئی اِن کے راہ ہو
اَب عنقریب ہے کہ میرا گھر تباہ ہو

۷۵

اَکبر کا واسطہ کوئی تدبیر کیجیے اِمداد بہرِ حضرت شبیر کیجیے
کچھ دل کو ہو قرار وہ تقریر کیجیے پٹکا وہ باندھتے ہیں نہ تاخیر کیجیے
اِک دل ہے میرا اور کئی غم کے تیر ہیں
بی بی میں کیا کروں میرے بچے صغیر ہیں

۷۶

عباسؑ دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اِضطرار ہوتا ہے تیر غم جگرِ ناتواں کے پار
روتے ہیں خود مگر یہ اشارہ ہے بار بار شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے بے قرار
آؤ اَدب سے دلبرِ زہراؑ کے سامنے
روتی ہیں لونڈیاں کہیں آقا کے سامنے

۷۷

کھولا ہے گوندھے بالوں کو صاحب یہ کیا کیا پیٹو نہ سر کہ روتا ہے فرزندِ مہ لقا
خیر النساء کے لعل پہ ہوتے ہیں فدا شادی کا ہے مقام کہ ماتم کی ہے یہ جاء
ایذا میں صبر صاحبِ ہمت کا کام ہے
میری بھی آبرو ہے تمہارا بھی نام ہے

۷۸

لو پونچھ ڈالو آنسوؤں کو بہرِ ذوالجلال دیکھو زیادہ رونے سے ہوگا ہمیں ملال
میری مفارقت کا نہ کیجو کبھی خیال قائم تمہارے سر پہ رہے فاطمہؑ کا لعل

غم چاہیے نہ آہ و بکا چاہیے تمہیں
شہ کی سلامتی کی دعا چاہیے تمہیں

۷۸

صدقے ہیں ابنِ فاطمہ پر مجھ سے سو غلام ۔ دیکھو نہ روتے دیکھ لیں تم کو کہیں امام
کیا اشک خوں بہا کے بگاڑو گی میرا کام ۔ ہم ہاتھ جوڑتے ہیں یہ ہے صبر کا مقام
پوچھیں حضور گرکہ تجھے کیا قبول ہے
صاحب یہ کہیو تم کہ رنڈاپا قبول ہے

۷۹

دیکھو کہ گھر میں اور بھی رانڈیں ہیں تین چار ۔ آداب شاہ سے چپ ہیں نہیں کوئی بیقرار
رہ جائے بات اُمر وہ کرتے ہیں ہوشیار ۔ دنیا ہے بے ثبات زمانہ ہے بے مدار
سوایسے تفرقے ہوئے ہیں ایک آن میں
صاحب سدا کوئی بھی جیا ہے جہان میں

۸۰

قاسم کو دیکھو جانبِ اکبر کرو نگاہ ۔ گزری جو شب تو صبح کو گھر ہو گیا تباہ
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بیاہ ۔ کیا صابرہ ہے یہ دُخترِ شبیر واہ واہ
سہتی ہے یوں جہاں میں جفا رانڈ ہونے کی
آواز بھی بھلا کوئی سنتا ہے رونے کی

۸۱

آفت میں صبر کرتی ہیں اِس طرح بیبیاں ۔ ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحاں
جل جائے دل مگر نہ اُٹھے آہ کا دھواں ۔ اُف کیجیو نہ منھ سے جو پہنچے لبوں پہ جاں
چرچا رہے کہ وقت پہ کیا کام کر گئی
چھوٹی بہو علیؑ کی بڑا نام کر گئی

۸۲

شوہر نے یہ کلام کیے جب بچشمِ تر چپ ہوگئی وہ صاحبِ ہمت جھکا کے سر
ہتھیار سج کے حضرتِ عباسؑ نامور آئے قریب لختِ دلِ سیّدالبشر
صدمے سے رنگ سبطِ نبی زرد ہوگیا
کانپے وہ دست و پا کہ بدن سرد ہوگیا

۸۳

جوں جوں قریب آتے تھے عباسؑ نامور بیتاب تھے حسینؑ سنبھالے ہوئے جگر
کہتے تھے اضطراب میں جھک کر اِدھر اُدھر جینے نہ دیگا آہ ہمیں صدمہِ کمر
ہے زیست تلخ فاطمہ کے نورِ عین کو
زینبؑ کہاں ہو آ کے سنبھالو حسینؑ کو

۸۴

سب گھر کی بیبیوں کو کہو میرے پاس آئیں بانو کہاں ہیں زوجہ عباسؑ کو بلائیں
گودی میں تشنہ کام سکینہ کو جلد لائیں کوچ اَب جہاں سے ہے ہمیں سب آ کے دیکھ جائیں
یہ نوجواں سنبھالے گا گھر جب مروں گا میں
عباسؑ سے ہر اِک سفارش کروں گا میں

۸۵

یہ سُن کے ساری بیبیاں آئیں بحالِ زار بولے قدم پہ جھک کے یہ عباسؑ نامدار
اَے آفتابِ عالمیاں نورِ کردگار ہل مِن مبارز کا اُدھر غُل ہے بار بار
ہیں زرّہ پروری کے چلن آفتاب میں
آقا یہ دیر کس لیے خادم کے باب میں

۸۶

لڑکوں نے معرکوں میں کیے اپنے اپنے نام کیا میں غلامِ خاص نہیں اَے شہِ اَنام
ایسا دن اور بھی کوئی ہوئے گا یا اِمام کس کام کا جو آج نہ کام آئے گا غلام

مشکل ہے ایسے وقت میں رُکنا دلیر کا
آخر پسر ہوں شیرِ الہیٰ سے شیر کا

۸۷

ہوتا جو سب سے پہلے فدا خادمِ جناب
خوش ہوتی خاکسار سے روح اَبو تُراب
اَب ہوں ہر اک کے آگے خجالت سے آب آب
زہرؑا سے بھی حجاب ہے شبّر سے بھی حجاب
آب بھی نہ تیغ و تیر اگر تن پہ کھاؤں گا
مولا بتایئے کسے پھر منھ دکھاؤں گا

۸۸

ساتھ آپ کے سہوں گا نہ گر قتل کی جفا
مجھ سے رسولِ پاک خوشی ہونگے یا خفا
بیزار کیا نہ ہوگا دل شاہِ قل کفا
پھر فاطمہؑ کہیں گی مجھے صاحبِ وفا
مرنے کا حظ نہ جینے کا مطلق مزا رہا
اِنساں کی آبرو نہ رہی جب تو کیا رہا

۸۹☆

گرن ہلا کے شاہ نے کہا آہ کیا کروں
مشکل ہے سخت اَے میرے اللہ کیا کروں
جینے نہ دیگا یہ غمِ جانکاہ کیا کروں
چھٹتا ہے اَب برادرِ زیجاہ کیا کروں
دَم بھر کی زندگی مجھے دشوار ہو گئی
سب تو خفا تھے موت بھی بیزار ہوگئی

۹۰

غازی نے رکھ دیا قدمِ شاہِ دیں پہ سر
بولے گلے لگا کے شہنشاہِ بحر و بَر
اَے تن کی جان اے سببِ قوتِ جگر
یوں ہے خوشی تو خیر جہاں سے کرو سفر
بھائی نہ ہو تو بھائی کی مٹی خراب ہے
اچھا تمہارا کوچ میرا پا تُراب ہے

۹۱

روتا ہوا جھکا پئے تسلیم وہ جری ... سب روئے مَشک دوشِ مبارک پہ جب دھری

اِک آہِ سرد زوجہِ عباسؑ نے بھری ... صدمے سے زرد تھا اور تن میں تھرتھری

سر سے ردا بھی دوش تلک آکے گرپڑی

بانو کے پاس خاک پہ غش کھاکے گر پڑی

۹۲

نکلا وہ شیر خیمے سے باہر علم لیے ... مُجرے کو آئی فتح سپاہِ حشم لیے

جرات نے بڑھ کے بوسہءِ تیغِ دودَم لیے ... نصرت نے چومے ہاتھ ظفر نے قدم لیے

خورشید کا جلال نگاہوں سے گر گیا

اِقبال سر کے گرد ہُما بن کے پھرگیا

۹۳

آیا سجا ہوا وہ سمندِ بُراق سیر ... تھا فلک پہ اُڑنے کو تیار مِثلِ طِیر

ہوتا تھا اُس کے ڈر سے غزالوں کا حال غیر ... الحق سپاہِ شر اُسے روکے تو یہ بخیر

صَرصَر قدم کی گرد کو پاتی نہیں کبھی

ڈھونڈیں بشر پَری نظر آتی نہیں کبھی

۹۴

وہ زیب و زَین زِین کی وہ ساز کی پھبن ... زیور سے جیسے ہوتی ہے آراستہ دلہن

چشمِ سیاہ دِیدہ آہو پہ طعنہ زن ... سُرعت یہ تھی کہ بھولتے تھے چوکڑی ہرن

جادو تھا معجزہ تھا پَری تھا طلسم تھا

پاکھر نہ تھی زرہ میں تہمتن کا جس تھا

۹۵

رکھا قدم رکاب میں حیدرؑ کے لعل نے ... نعلینِ پا کو فخر سے چوما ہلال نے

بخشی جو صدرِزِیں کو ضیا خوش جمال نے ... دُم کو چنور کیا فرسِ بیمثال نے

کس ناز سے وہ رَشکِ غزالِ ختن چلا
طاوس تھا کہ سیر سوئے چمن چلا

۹۶

خوشبو سے عرضِ پاکِ ریاضِ جناں بنی گرد اُڑ کے غازہِ رُخِ لیلٰی و شاں بنی
جلوے سے راہِ دشتِ بلا کہکشاں بنی زرّے بنے نجوم زمیں آسماں بنی
سُم بدر تھے تو نعل بھی چاروں ہلال تھے
نقشِ سُمِ فرس سے ہزاروں ہلال تھے

۹۷

وہ دبدبہ وہ سطوتِ شاہانہ وہ شباب تھرّا رہا تھا جس کی جلالت سے آفتاب
وہ رُعبِ حق کہ شیر کا زُہرہ ہو آب آب صولت میں فرد دفترِ جرات میں انتخاب
صورت میں سارے طور خدا کے ولی کے ہیں
شوکت پکارتی ہے کہ بیٹے علیؑ کے ہیں

۹۸

پہونچے جو دشتِ کیں میں اُڑاتے ہوئے فرس گھوڑے کو ہاتھ اُٹھا کے یہ آواز دی کہ بس
دیکھیں صفیں جمی جو چپ وراس و پیش وپس نعرہ کیا کہ نہر پہ جانے کی ہے ہوس
روکے گا جو وہ موت کے پنجے میں آئے گا
ہٹ جاؤ سب کہ شیر ترائی میں جائے گا

۹۹

بولے یہ بڑھ کے فوجِ مخالف سے پہلواں دیکھا نہیں کبھی کہ ہٹے لشکرِ گراں
یاں سب ہیں روم وشام کے جنگ آزماجواں ہاں آیئے تو کھینچ کے تیغِ شرر فشاں
بودے نہیں ہیں کچھ جو نگہباں ہیں گھاٹ کے
سر پھینک دیں گے نہر میں خنجر سے کاٹ کے

۱۰۰

سنتے ہی یہ جلال میں آیا علیؑ کا لعل — نعرہ کیا کہ تم ہمیں روکے گے کیا مجال

یہ مورچے ہیں کیا ہمیں جن کا ہو کچھ خیال — اِک دَم میں چیونٹیوں کی طرح ہو نگے پائمال

بھاگو گے پھینک پھینک کے تیغیں لڑائی سے

لو مرد ہو تو اَب نہ سرکنا ترائی سے

۱۰۱

روک ہمیں نکل کے جو طاقت کسی میں ہو — لے تیغ ہاتھ میں جو شجاعت کسی میں ہو

گرمائے رَخش کو جو حرارت کسی میں ہو — آئے جو حرب و ضرب کی قدرت کسی میں ہو

دو ہاتھ میں علیؑ کے پسر وار پار ہیں

دریا نہیں کہ رک گیا ہم ذوالفقار ہیں

۱۰۲

تم کیا پہاڑ بیچ میں گر ہوں تو ٹال دیں — شیروں کو ہم ترائی سے باہر نکال دیں

مہلت نہ ایک کو دَمِ جنگ و جدال دیں — پانی تو کیا ہے آگ میں گھوڑے کو ڈال دیں

منہ دیکھتے رہیں جو نگہباں ہیں گھاٹ کے

لیجائیں گھر پہ تیغ سے دریا کو کاٹ کے

۱۰۳

سرکش ہیں سب ہماری زبردستیوں سے زیر — داد شجاع باپ جوانمرد ہم دَلیر

جب رَن پڑا ہے کر دیے ہیں زخمیوں کے ڈھیر — لائے ہیں جا کے آگ سے پانی خدا کے شیر

عفریت بھاگتے ہیں وہ چوٹیں ہماری ہیں

بیرِ اَلم میں کود کے تلواریں ماری ہیں

۱۰۴

جرات جلو میں رہتی ہے نصرت رکاب میں — سر کاٹتے ہیں پیر کے تیغوں کی آب میں

لکھے ہوئے ہیں شیروں کے حملے کتاب میں — فصلیں ہیں اپنے زور کی خیبر کے باب میں

ناصر ہیں بارگاہِ فلک بارگاہ کے
دفتر اُلٹ دیے ہیں عرب کی سپاہ کے

۱۰۵

بے مَشک کے بھرے ہمیں آتا ہے چین کب گرمی میں پیاس سے کئی بچے ہیں تشنہ لب
اصغر کو گود یوں میں تڑپتے کٹی ہے شب کیا وقت ہے حسینؑ کے بچوں پہ ہے غضب
لالے پڑے ہوئے ہیں سکینہ کی جان کے
کانٹے مجھے دکھائے تھے سوکھی زبان کے

۱۰۶

عبرت کی یہ جگہ ہے کہ ہم اور سوالِ آب سقّے بنے ہیں دیکھ کے بچوں کا اِضطراب
اِس مَشک نے کیا ہمیں عقبیٰ میں کامیاب اللہ ری آبرو کہ بہشتی ملا خطاب
شہ سے نشانِ فوجِ پیمبر بھی مل گیا
طوبیٰ کے ساتھ چشمہِ کوثر بھی مل گیا

۱۰۷

یہ ذکر تھا کہ فوج کی جانب سے تیر آئے نیزے اُٹھا کے شیر کے منہ پر شریر آئے
یہ بھی جھپٹ کے مِثلِ شہ قلعہ گیر آئے گیتی ہلی غضب میں جناب اَمیر آئے
گھوڑا اُڑا پَروں کو سواروں کے توڑ کے
لپکی صفوں پہ سیف بھی کاٹھی کو چھوڑ کے

۱۰۸

آمد تھی تیغ کی کہ اَجل کا پیام تھا یہ صف اَخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا
بجلی سا ہر جگہ فرس تیز گام تھا ششدر تھی موت چاروں طرف قتلِ عام تھا
اِس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر
پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

۱۰۹

وہ تیغ کی چمک وہ تڑپ راہوار کی　　رفرف کی اِک شبیہ تو اِک ذوالفقار کی
شوکت سوار میں شہِ دُلدُل سوار کی　　حملوں میں شان سب اَسدِ کردگار کی
چتون وہی غضب وہی بیباکیاں وہی
پھرتی وہی جھپٹ وہی چالاکیاں وہی

۱۱۰

توڑا یہ مورچہ یہ صف اُلٹی اُدھر پھرے　　تلوار خوں میں آپ پسینے میں تر پھرے
یوں خاک پہ گرا کے لعینوں ے سر پھرے　　جیسے شکار کھیلے ہوئے شیرِ نر پھرے
تھی قہر کی نگاہ غضب کا جلال تھا
آنکھیں بھی بھی سُرخ سُرخ تھیں چہرہ بھی لال تھا

۱۱۱

منھ پھر گئے سپاہ کے جس سمت رُخ کیا　　یاں سے وہاں گئے اِسے مارا اُسے لیا
باقی رہے ہزار میں سو دَس میں اِک جیا　　اللہ رے دَم لہو پہ لہو تیغ نے پیا
اِس پر بھی تشنگی میں نہ تسکیں زری ہوئی
گویا تھی آگ پیٹ میں اُس کے بھری ہوئی

۱۱۲

بیشک تھا اُن کا ہاتھ اُمیرِ عرب کا ہاتھ　　پہنچا وغا میں سو طرف اِک تشنہ لب کا ہاتھ
آئی اَجل اُٹھا جو کسی بے اَدب کا ہاتھ　　شیرِ خدا کے شیر نے مارا غضب کا ہاتھ
بازو پہ آئی تیغِ دو دَم شانہ کاٹ کے
پونہچے کو بھی قلم کیا دستانہ کاٹ کے

۱۱۳

چلتا تھا مثلِ برق یمین و یسار ہاتھ　　ڈر ڈر کے جوڑتے تھے ضلالت شعار ہاتھ
اُن کی نہ ایک چوٹ نہ اُن کے ہزار ہاتھ　　کافی تھے سب کو تیغِ دودستی کے چار ہاتھ

آواز شششہت میں تکبیر و بزن کی تھی
اللہ کا کرم تھا مدد پنجتن کی تھی

۱۱۴

نعرہ جدا صدائے تکبیر و بدہ جدا گوشے کماں سے دور تھے گوشوں سے زِہ جدا
بکتر جدا زمین پہ ٹکڑے زِرہ جدا نیزوں کو دیکھیے تو گرہ سے گرہ جدا
اللہ رے فرقِ گردن و سر بھی بہم نہ تھے
کشتوں کا زکر کیا ہے کہ تیغوں میں دَم نہ تھے

۱۱۵

جس کی طرف نظر دَمِ جنگ وجدل پھری کچھ ہٹ کے تیغ سے اُسی جانب اَزل پھری
رہوار یوں پھرا کہ اِشارے میں کل پھری تلوار بھی گلوں کی طرف برَمحل پھری
ایسے جری سے کس کو مجال مصاف تھی
یوں پھر کے صف کی صف کو جو دیکھا تو صاف تھی

۱۱۶

چل پھر کے کاٹتی تھی وہ تلوار ہاتھ پاؤں ڈر سے بڑھا نہ سکتے تھے خونخوار ہاتھ پاؤں
سر بچ گیا تو ہوگئے بیکار ہاتھ پاؤں چمکی گری تو آٹھ ہوئے چار ہاتھ پاؤں
چلاّئی روح تیغ پھر آئی نکل چلو
بولی اَجل اَب اُٹھ کے تو پنجوں کے بَل چلو

۱۱۷

نیزے اُدھر قلم تو اِدھر برچھیاں قلم تُرکش دو نیم ٹکڑے کمانیں نشاں قلم
ہر ہاتھ میں قلم کی طرح اِستخواں قلم منھ تیغ کا خراب سِناں کی زباں قلم
جب سَن سے سر پہ آئی کسی بدخصال کے
گویا سموم چل گئی پھولوں پہ ڈھال کے

۱۱۸

کی جس نے سرکشی وہ فتنہ فرو ہوا ظالم ہزار میں تھا جو یکتا وہ دو ہوا
اَفشاں لہو سے شیر کا دَستِ نکو ہوا ٹھنڈا وہی تھا جنگ پہ سرگرم جو ہوا
تھا خاتمہ سپاہِ جہنم مقام کا
شعلے بجھائے دیتا تھا پانی حسام کا

۱۱۹

وہ تیغ کھول دیتی تھی لوہے کا بھی حصار تھا اُس کے ہاتھ سے دل چارآئینہ فگار
عاری تھیں منھ پہ تیغوں کے ایسے پڑے تھے وار خود اپنے سرپٹکتے تھے گر گر کے بار بار
پانی وہ زہر تھا کہ پیا اور فنا ہوا
ہے آج تک زِرہ کا کلیجہ چِھنا ہوا

۱۲۰

جاتی تھی ہر پَرے کی طرف سَن سے بار بار چڑھ کر سوار گرتے تھے توسَن سے بار بار
اُٹھتی تھی اَلاماں کی صدا رَن سے بار بار ہر سر کا بار اُترتا تھا گردن سے بار بار
غارت ہوئے تباہ ہوئے بے تُزک ہوئے
ضرب گراں جو اُٹھ نہ سکی کیا سُبک ہوئے

۱۲۱

ثابت رہی نہ ڈھال نہ مغفر نہ سر بچا سینے میں دل کو کاٹ گئی گر جگر بچا
دو ٹکڑے ہوگیا وہ اِدھر جو اُدھر بچا بے زخم کھائے ایک نہ بیداد گر بچا
تلوار سے کوئی کوئی ڈَر سے ہلاک تھا
سالم تھا جس کا جسم جگر اُس کا چاک تھا

۱۲۲

سر سے کمر میں تھی تو کمر سے تہہ فرس آفت کا منھ تھا قہر کا دَم خم ستم کا کَس
کُشتے تڑپ رہے تھے چپ وراس وپیش وپس دو تھے اگر تو چار ہوئے پانچ تھے تو دَس

غل تھا وہی لڑے جسے سرتن پہ بار ہو
آفت بپا ہے کون اَجل سے دو چار ہو

۱۲۳

مغفرنہ سر کے پاس نہ خنجر کمر کے پاس بیٹے کے پاس باپ نہ بیٹا پدر کے پاس
قبضے کے پاس تیغ نہ دَستہ تبَر کے پاس کڑیاں زِرہ کے پاس نہ دامن سِپر کے پاس
بوڑی نہ تھی سناں پہ نہ پرچم نشان پر
پیکاں نہ تیر پر تھا نہ چلّہ کمان پر

۱۲۴

نہ وہ علم سیاہ نہ وہ رو سیاہ تھے تیغ و سِپر بھی پاس نہ تھی بے پناہ تھے
بے سر تھے وہ جو فوج میں صاحب کلاہ تھے سب چھاونی اُجاڑ محلے تباہ تھے
دکھلا دیا تھا خالقِ اکبر کے قہر کو
جیسے غنیم لوٹتا پھرتا تھا شہر کو

۱۲۵

بولی سِپر سے تیغ کہ تجھ میں پناہ ہے اُس نے کہا کہ بھاگ زمانہ سیاہ ہے
ہرجاء یہ تیغ شعلہ فشاں سدِّ راہ ہے اِس معرکے میں کوہ بھی گر ہو تو کاہ ہے
جِنات ڈر کے ہاتھوں سے منہ ڈھانپتے ہیں آج
میں کیا ہوں جبرائیل کے پَر کانپتے ہیں آج

۱۲۶

ڈر ڈر کے پچھلے پاؤں سپاہ لعیں ہٹی یہ صف سوئے یسار وہ سوئے یمیں ہٹی
سہمے جبال نہر کہیں سے کہیں ہٹی دہشت سے آسماں ہوا اُونچا زمیں ہٹی
بھاگڑ پڑی کہ ایک سے ایک آگے بڑھ گیا
دریا لہو کا کشتیِ گردوں پہ چڑھ گیا

۱۲۷

اللہ رِی جنگ ِ شیر ِ سلیمان ِ کربلا چیونٹی بھی مورچوں میں نہ تھی آدمی تو کیا
پہنچے ترائی میں تو یہ اَعدا کو دی صدا کیوں اَب یہ نہر کس کی ہے اے قومِ اشقیاء
اِک دَم میں ہم شکست ہزاروں کو دیتے ہیں
دیکھو اَسد ترائی کو یوں چھین لیتے ہیں

۱۲۸

رَستے کھلے ہوئے ہیں کہاں ہے وہ بندوبست کس نے یہ روم و شام کی فوجوں کو دی شکست
کیا ہوگئے ترائی سے وہ سب ہوا پرست کیوں سربلند کون ہے اسوقت کون پَست
فوجوں میں یوں کسی نے بھی گھوڑے اُڑائے ہیں
دیکھو تو ہم کہاں سے کہاں لڑ کے آئے ہیں

۱۲۹

دنیا جو اِک طرف ہو تو ہم پر ظفر نہ پائے فاقوں میں شیر بھی ہو مقابل تو منھ کی کھائے
کس دَبدبے سے جوہر ِ تیغِ علیؑ دکھائے اَب کچھ اَلم نہیں اَجل آئے کہ جان جائے
بس ہم نے گھاٹ چھین لیا مَشک بھر چکے
شیروں نے جو زباں سے کہا تھا وہ کر چکے

۱۳۰

لب تشنہ تین دن سے ہیں اور ہے فرات پاس چاہیں ابھی تو ہاتھ بڑھا کر بجھائیں پیاس
پر زہر ہے بغیر شہِ آسماں اَساس مرتے ہیں آبرو پہ جونان ِ حق شناس
آقا کی تشنگی پہ جگر چاک چاک ہے
بے اُن کے آبِ خضر بھی ہووے تو خاک ہے

۱۳۱

فرما کے یہ سمند کو ڈالا فرات میں گویا خضر اُتر گئے آبِ حیات میں
دریا دل ایسا کون ہوا کائنات میں تسمہ پکڑ کے مَشک بھری ایک بات میں

سیراب جب تلک کہ شہِ بحر و بَر نہ ہوں
منظور تھا کہ ہاتھ بھی پانی سے تَر نہ ہوں

۱۳۲

گرمی سے تشنگی میں کلیجہ تھا آب آب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تڑپا رہا تھا قلب کو موجوں کا پیچ و تاب
آجاتے تھے قریب جو ساغر بکف حباب ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہتا تھا منھ پھیر کے وہ آسماں جناب
عباسؑ آبرو پہ اَبھی حرف آئے گا
پانی پیا تو نامِ وفا ڈوب جائے گا

۱۳۳

دریا سے مشک بھر کے جو نکلا وہ نیک نام ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اُمڈی سیاہ گھٹا کی طرح سب سپاہِ شام
یوں ڈوب کر نکلتا تھا وہ آسماں مقام ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ظاہر ہو جسے اَبر میں چھپ کر مہِ تمام
موجیں تھیں رَودِ نیل کی فوجوں کا دَل نہ تھا
پر واہ رے حواس کہ اَبرو پہ بَل نہ تھا

۱۳۴

چلتی تھی بڑھ کے چار طرف تیغ برق دم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کاندھے پہ مشکِ آب تھی پنجے میں تھا علم
دامن سے لگ کے ہاتھ اُلجھتا تھا دَمبدم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کرتا تھا جا بجا تگ و دَو اَسپِ خوش قدم
اُڑ اُڑ کے برچھیوں جو اُترتا تھا کھیت میں
گھوڑے کے چاروں پاؤں آتے تھے ریت میں

۱۳۵

جب مشک کی طرف کوئی آتا تھا سَن سے تیر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہتے تھے یا حفیظ کبھی گاہ یاقدیر
چلّا رہا تھا شمر جفا پیشہ و شریر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جانے نہ پائے لختِ دلِ شاہ قلعہ گیر
رُخ اِس جری کا خیمے کی جانب سے موڑ دو
ہاں برچھیوں سے شیر کے سینے کو توڑ دو

۱۳۶

سُن کر زباں درازیِ شمرِ ستم شعار عباسؑ مِثل شیر جھپٹتے تھے بار بار
تلوریں سینکڑوں تھیں ہزاروں تھے نیزہ دار توڑی یہ صف اگر تو جمی دوسری قطار
تنہا سنبھالے مشک و علم یا وغا کرے
بلوہ ہو ساری فوج کا جس پر وہ کیا کرے

۱۳۷

مشہور ہے کہ ایک بھاری ہیں دو بشر دَرپئے تھے اِک جری کے کئی لاکھ اہلِ شر
کھائے اِدھر سے زخم جو کی اُس طرف نظر کس کس کا وار رَد کریں دیکھیں کدھر کدھر
جب دَم لیا تو سینے پہ سو تیر چل گئے
پہلو کو توڑ کر کئی نیزے نکل گئے

۱۳۸

سینہ سِپر تھا مشک پہ روکے ہوئے تھے ڈھال لڑنے میں بھی حسینؑ کے بچوں کا تھا خیال
کہتا تھا ڈگمگا کے فرس پہ وہ خوش خصال فرزند کو سنبھالیے یا شیرِ ذوالجلال
جا پہنچوں مشک لے کے جو تھوڑی بھی راہ ہو
ایسا نہ ہو کہ پیاسوں کی کشتی تباہ ہو

۱۳۹

یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑا لشکرِ کثیر بس چُور ہوگیا پسرِ شاہِ قلعہ گیر
آ کر لگا میانِ دو اَبرو جو ایک تیر تیورا گیا علیؑ ولی کا مہِ منیر
چھوٹی جو باگ پاؤں فرس کے بھی رُک گئے
پھیلا کے ہاتھ مشکِ سکینہ پہ جھک گئے

۱۴۰

اَب یاں تو خاتمہ ہے سنو اُس طرف کا حال ڈیوڑھی پہ ننگے سر ہے رسولِ خدا کا لعل
غم سے کمر جھکی ہوئی رُخ زرد جی نڈھال وہ کرب ہے کہ ہوتا ہے جو وقتِ انتقال

گر کر اُٹھے تڑپ کے اِدھر سے اُدھر گئے
جس آہ کی تو سب نے یہ جانا کہ مر گئے

۱۴۱

فریاد کر کے دل کبھی تھاما جگر کبھی
پکڑی طناب خیمے کی گہ اور کمر کبھی
گھبرا کے پیارے بھائی کی پوچھی خبر کبھی
روئے پسر کے دوش پہ رکھ رکھ کے سر کبھی
کی آہ سامنے کبھی زہراؑ کی جائی کے
رو کر کبھی لپٹ گئے بیٹے سے بھائی کے

۱۴۲

فرماتے تھے کراہ کے بیٹے سے بار بار
شانے دباؤ اَےٴ علی اکبر پدر نثار
کیسا یہ درد ہے کہ جگر کو نہیں قرار
بازو کا زور لے گئے عباسؑ نامدار
واحسرتا کہ بیکس و بے یار ہو گئے
سر کس پیٹیں ہاتھ تو بیکار ہو گئے

۱۴۳

چلاّتے تھے کہ جانِ برادر بس اَب پھر آؤ
پہنچا ہے دم لبوں پہ ہمیں آ کے دیکھ جاؤ
بھیا خدا کے واسطے اَب برچھیاں نہ کھاؤ
عباسؑ ہم اَخیر ہیں تشریف جلد لاؤ
پیاری تمہاری ننھے سے ہاتھوں کو ملتی ہے
لو تم کو ڈھونڈنے کو سکینہ نکلتی ہے

۱۴۴

حضرت تو پیٹتے ہیں یہ کہہ کر بصد ملال
خیمے میں غش ہے زوجہِ عباسؑ خوش خصال
ڈیوڑھی میں اہلبیت ہیں سب کھولے سر کے بال
پردے سے منہ نکالے ہیں اَطفالِ خُرد سال
لب اُن کے اُودے اُودے ہیں منہ گورے گورے ہیں
آنکھوں اَشک ہاتھوں میں خالی کٹورے ہیں

۱۴۵

کہتے ہیں سب لبوں پہ زبانوں کو پھیر کر اَب پانی لیکے آتے ہیں عباسِ نامور
حضرت سے پوچھتی ہے سکینہ بچشمِ تَر میرے چچا کب آئیں گے اےُ شاہِ بحروبَر
کیا میں سفر کروں جہاں سے تب آئیں گے
بہلاتے ہیں حسینؑ کہ بی بی اَب آئیں گے

۱۴۶

گھیرے ہیں اُن کو لاکھ ستم گار ہائے ہائے مانگو دعا کہ بھائی کو میرے خدا بچائے
وہ کہتی ہیں میں پانی سے گزری نہ مشک آئے ہے ہے بس اَب چچا کو میرے کوئی پھر لائے
رکھے خدا جہاں میں علیؑ کی نشانی کو
میں کیا کروں گی آگ لگے ایسے پانی کو

۱۴۷

یہ زکر تھا فتح کے باجے بجے اُدھر تڑپے زمیں پہ گر کے شہنشاہِ بحروبَر
چلّائے بڑھ کے فوج سے دو چار اہلِ شر حضرت کہاں ہیں مر گئے عباسِ نامور
کیا کیا چلی ہیں تیغوں پہ تیغیں لڑائی میں
وہ زخم کھائے شیر پڑا ہے ترائی میں

۱۴۸

اَفشاں ہے سر کے خون کے چھینٹوں سے سب نشاں عباسؑ کانپ جاتے تھے جھکتا تھا جب نشاں
نام آوروں نے آج مٹایا عجب نشاں کیوں اَے حسینؑ کون اُٹھائے گا اَب نشاں
لاش اُن کی پائمال ہوئی زخم پھٹ گئے
جن میں علیؑ کا زور تھا وہ بازو کٹ گئے

۱۴۹

آئی صدا یہ نہر کی جانب سے ایک بار آقا تمام ہوتا ہے یہ عبدِ جانثار
تن سے نکل کے آنکھوں میں اَٹکی ہے جانِ زار اَب ہے فقط حضور کے آنے کا اِنتظار

بابا کے ساتھ خُلد سے تشریف لائی ہیں
حضرت کی والدہ میرے ملنے کو آئی ہیں

۱۵۰

شہ دوڑ کر پکارے کہ آتا ہوں بھائی جان گھر لُٹ گیا ہے خاک اُڑاتا ہوں بھائی جان
طاقت بدن میں اَب نہیں پاتا ہوں بھائی جان اِک اِک قدم پہ ٹھوکریں کھاتا ہوں بھائی جان
دَستِ شکستہ بیٹے کی گردن میں ڈالے ہیں
بھیا ہمیں تو اکبرِ مہ رو سنبھالے ہیں

۱۵۱

دیکھا جو دَر سے بنتِ علیؑ نے یہ شہ کا حال ڈیوڑھی سے نکلی چند قدم کھولے سر کے بال
چلّائی کون قتل ہوا اَۓ علیؑ کے لعل مُڑ کر کہا حسینؑ نے عباسؑ خوش خصال
دریا پہ فوجِ شام نے مارا دلیر کو
زینب اَجل نے چھین لیا میرے شیر کو

۱۵۲

خورشیدِ مشرقین زمانے سے اُٹھ گیا حیدرؑ کا نورِ عین زمانے سے اُٹھ گیا
وہ عاشقِ حسینؑ زمانے سے اُٹھ گیا زینبؑ ہمارا چین زمانے سے اُٹھ گیا
آتا نہیں قرار دلِ بے قرار کو
دریا پہ رونے جاتے ہیں خدمت گزار کو

۱۵۳

اَکبر کو ہاتھ اُٹھا کے پکاری وہ سوگوار ہے ہے حسینؑ ہو گئے بے یار و غمگسار
ماتم جوان بھائی کا ہے تم پہ میں نثار اَکبر خدا کے واسطے بابا سے ہوشیار
گرنے لگیں تو حیدرِ صفدر کا نام لو
بیٹا پدر کے ہاتھوں کو مضبوط تھام لو

۱۵۴

اَکبر پدر کو نہر پہ تھامے ہوئے جولائے   غلطاں لہو میں بازوئے سرور کے ہاتھ پائے
چلاّئے شاہ لاش کدھر ہے کوئی بتائے   فرق آ گیا ہماری بصارت میں ہائے ہائے
رولیں گلے لگا کے تنِ پاش پاش کو
اَکبر ہمیں دکھا دو برادر کی لاش کو

۱۵۵

اَکبر نے شہ کے ہاتھ پکڑ کر بصد بُکا   رکھے چچا کے سینے پہ اور رو کے یہ کہا
لیجیے یہی ہے لاشِ علمدارِ باوفا   چلاّئے جھک کے لاش پہ سلطانِ کربلا
ٹوٹی ہوئی کمر ہے سنبھالو حسینؑ کو
بھیا زرہ گلے سے لگا لو حسینؑ کو

۱۵۶

عباسؑ ہاتھ کٹ گئے شانوں سے ہے غضب   ریتی پہ دوطرف یہ تمہارا لہو ہے سب
لوٹا ہمیں رسول کی اُمت نے بے سبب   بھیا ہماری جان نکلتی ہے تن سے اَب
مر جائیں گے جلا دو ہمیں منھ سے بول کر
دو باتیں کرلو بھائی سے آنکھوں کو کھول کر

۱۵۷

کیوں خاک پر دھرے ہو یہ رُخسار خوں میں تر   آؤ ہم اپنے زانو پہ رکھیں تمہارا سر
لیتے ہو کیوں کراہ کے کروٹ اِدھر اُدھر   ثابت ہوا کہ جلد ہے دنیا سے اَب سفر
ہے ہے دلیلِ مرگ ہے لکنت زبان کی
ہچکی نہیں یہ جسم سے رُخصت ہے جان کی

۱۵۸

غش میں سنی جو گریۂ شبیر کی صدا   چونکے تڑپ کے حضرتِ عباسؑ باوفا
آہستہ کی یہ عرض کہ اَے سبطِ مصطفیٰ   اِس پیار کے نثار اِس الطاف کے فدا

زیبا ہے نکلے جان اگر پیشوائی کو
گویا رسولؐ آئے ہیں مشکل کشائی کو

۱۵۹

یہ کہہ کے روئے شہ کی طرف کی نظر بغور
جھک کر پکارے شاہ کہ بھیا کہو کچھ اور
تڑپا قدم پہ شہ کے وہ مقتولِ ظلم و جور
لیں ہچکیاں بگڑنے لگے تیوروں کے طور
پتھرا کے چشمِ اشک فشاں بند ہوگئی
تھرّائے دونوں ہونٹ زباں بند ہوگئی

۱۶۰

قدموں کو کھینچ کر جو کراہا وہ تشنہ کام
گودی میں پاؤں لے کے دبانے لگے اِمام
آقا سے جانکنی میں نہ کچھ کر سکے کلام
تھرّائی لاش مر گئے عباس تشنہ کام
گردن پھری ہوئی سوئے سبطِ نبی رہی
سوکھی زبان دانتوں کے نیچے دبی رہی

۱۶۱

اَکبر نے عرض کی کہ چچا جان مر گئے
منھ تو اُٹھاؤ خاک سے رُخسار بھر گئے
جھک کر پکارے شاہ کے بھیا کدھر گئے
واحسرتا حسینؑ کو بے آس کر گئے
اَب کون دے گا دکھ میں نبی کے پسر کا ساتھ
دَم بھر میں تم نے چھوڑ دیا عمر بھر کا ساتھ

۱۶۲

ہاں روؤ مومنو یہ بُکا کا مقام ہے
تم میں شریک روحِ رسولِؐ اَنام ہے
اَب رُخصتِ حسینؑ علیہ السلام ہے
تاریخ آٹھویں ہے محرم تمام ہے
موت آئی تو شریکِ عزا کون ہوئے گا
جو سال بھر جیے گا وہ پھر شہ کو روئے گا

۱۶۳

ہاں مومنو یہ شاہ کی ہے مجلسِ عزا   زہرا ابھی ننے سر ہیں قیامت کرو بپا
آ گے تمہارے مرتے جو عباسِ باوفا   پُرسہ نہ دیتے سبطِ رسولؐ خدا کو کیا
سمجھو شریکِ بزم شہِ مشرقین کو
دے لو جوان بھائی کا پُرسہ حسینؑ کو

۱۶۴

پیٹو سروں کو ہوتا ہے اَب مرثیہ تمام   لِپٹو ضریح پاک سے کہہ کہہ کے یا اِمام
رُخصت طلب ہے باپ سے اَکبر سالالہ فام   خاموش ہیں حسینؑ نہیں کرتے کچھ کلام
مقتولِ ظلم و جور ہے اَب جانِ فاطمہ
ہوتا ہے پنجتن کا کوئی دَم میں خاتمہ

۱۶۵

بس اے اَنیس روک لے اَب خامہ کی عناں   یہ غم ہے جاں گزا نہ کبھی ہووے گا بیاں
آنکھوں سے سامعین کے بھی ہیں اَشکِ خوں رواں   خالق سے عرض کر کہ اے خلاّقِ اِنس وجاں
آنکھوں سے مس کروں میں مزارِ بتول کو
دکھلا دے جلد مرقدِ سبطِ رسولؐ کو

مرثیہ نمبر۲

۱
بخدا فارسِ میدانِ تہوّر تھا حُر — ایک دو لاکھ سواروں میں بہادُر تھا حُر
دارِ دنیا میں اَبوزر کی طرح حر تھا حُر — گوہر تاجِ سرِ عرش ہو وہ دُر تھا حُر
ڈھونڈ لی راہِ خدا کام بھی کیا نیک ہوا
پاک طینت تھی تو انجام بھی کیا نیک ہوا

۲
بخت جب ہوگیا بیدار زہے عزت وجاہ — حُر پہ کیا فضلِ خدا ہوگیا اللہ اللہ
پیشوائی کو گئے آپ شہ عرش پناہ — خضرِ قسمت نے بتادی اُسے فردوس کی راہ
مدتوں دور رہے جو وہ قریب ایسا ہو
بخت ایسے ہوں اگر ہو تو نصیب ایسا ہو

۳
نار سے نور کی جانب اُسے لائی تقدیر — اَبھی زرّہ تھا اَبھی ہوگیا خورشیدِ منیر
شافعِ حشر نے خوش ہوکے بحل کی تقصیر — تکیہِ زانوئے شبیر ملا وقتِ اَخیر
اَوج و اِقبال ُحشم فوج خدا میں پایا
جب ہوا خاک تو گھر خاکِ شفا میں پایا

۴
آیا کس شان سے کعبہ کی طرف چھوڑ کے دَیر — کوئی حضرت کا یگانہ بھی نہ سمجھا اُسے غیر
حق نے لکھ دی تھی جو تقدیر میں فردوس کی سیر — فتنہ و شر سے بچا ہوگیا انجام بخیر
ذکرِ خیر اُس موئے پر بھی ہوئے جاتے ہیں
عمل نیک ہر اِک وقت میں کام آتے ہیں

۵
کفر کی راہ سے کارہ تھا جو وہ نیک طریق — کس بشاشت سے ہوا رہبر ایماں کا رفیق
تھے تو لاکھوں پہ کسی کو بھی ہوئی یہ توفیق — خُلق طینت میں ہو جنکے وہی ہوتے ہیں خلیق

اَوج دیندار کو بے دیں کو سدا پستی ہے
اَصل جس تیغ کی اچھی ہو وہی کستی ہے

۶

کیوں نہ بالیدہ ہو اُس کا چمنِ جاہ و جلال جس کو سرسبز کرے خود اَسداللہ کا لعل
ہوگیا فاطمہؑ کے باغ میں آتے ہی نہال وہ ثمر پائے کہ پہنچے نہ جہاں دَستِ خیال
کِھل گیا غنچہِ دل عذر جو منظور ہوئے
صورتِ برگِ خزاں دِیدہ گناہ دور ہوئے

۷

حُر کہاں اور کہاں احمدِ مُرسل کا خلف بخت نے دَیر سے پہنچا دیا کعبے کی طرف
دِل صفا ہو گئے سینے میں تو پائے یہ شرف جب کہ آنکھیں ہوئیں حق میں تو ملا دُرِّ نجف
نیک جو اَمر ہیں دل پر وہی ٹھن جاتے ہیں
جب خدا چاہے تو بگڑے ہوئے بن جاتے ہیں

۸

وصفِ حُر میں ہے زباں معترفِ عجز و قصور آمد آمد کی بہادر کا سنو آب مذکور
جب ہوئی مستعدِ جنگ سپاہِ مقہور مہر افلاکِ اِمامت نے کیا رَن میں ظہور
غل ہوا جنگ کو اللہ کے پیارے نکلے
اَے فلک دیکھ زمیں پر بھی ستارے نکلے

۹

کیا کہوں شانِ جوانانِ جنودِ اللہ کوئی ہم طلعتِ خورشید کوئی غیرتِ ماہ
باندھی شیروں نے صفِ جنگ میانِ جنگاہ چمنِ خلد سے کرنے لگیں حوریں بھی نگاہ
واں لعینوں نے دَرِ ظلم وستم کھول دیا
بڑھ کے عباسؑ نے یاں سبز علم کھول دیا

۱۰

ہوگئے سُرخ شجاعت سے رُخِ آلِ نبی آئی ٹھنڈی جو ہوا بھول گئے تشنہ لبی
رَن میں کڑکا ہوا بجنے لگے باجے عربی یکّہ تازوں نے کیا شورِ مبارز طلبی
اِک گھٹا چھاگئی ڈھالوں سے سیاہ کاروں کی
برق ہر صف میں چمکنے لگی تلواروں کی

۱۱

برچھیاں تول کے ہر غول سے خونخوار بڑھے نیزے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے اَسوار بڑھے
تیر جوڑے ہوئے چِلّوں میں کمان دار بڑھے بولے شہ یاں اَبھی کوئی نہ زنہار بڑھے
اَسدِ حق کے گھرانے کا یہ دستور نہیں
میں نبی زادہ ہوں سبقت مجھے منظور نہیں

۱۲

یہ سُخن کہہ کے مخاطب ہوئے اعدا سے اِمام اَئے سپاہِ عرب و روم و اَری کوفہ وشام
تم پہ کرتا ہے حسینؑ آخری حجت کو تمام پسر مصحفِ ناطق ہوں سنو میرا کلام
سخن حق کی طرف کانوں کو مصروف کرو
شور باجوں کا مناسب ہو تو موقوف کرو

۱۳

یہ صدا سنتے ہی خود رُک گیا قرنا خروش تھم گیا طبلِ وغا کی بھی وہ آواز کا جوش
ہوگیا جوڑ کے ہاتھوں کو جلاجل خاموش کیا بجاتے کہ بجا تھے نہ کسی شخص کے ہوش
چھیڑنا اُن کو سرَودوں کا بھی ناساز ہوا
رُعبِ فرزندِ نبی سُرمہِ آواز ہوا

۱۴

کم ہوا غلغلہِ فوجِ ستم جب یکبار یوں گوہر بار ہوئے شاہ کے لب گوہر بار
صف کشی کس پہ ہے یہ اَئے سپہِ نا ہنجار قتلِ سادات کی لشکر میں یہ کیسی ہے پکار

وطن آواروں پہ یہ قرق ہے کیوں پانی کا
کیا زمانے میں یہی طور ہے مہمانی کا

۱۵

مجھ کو لڑنا نہیں منظور یہ کیا کرتے ہو تیر جوڑے ہیں جو تم نے تو خطا کرتے ہو
کیوں نبی زادے پہ غربت میں جفا کرتے ہو دیکھو اچھا نہیں یہ ظلم بُرا کرتے ہو
شمع اِیماں ہوں اگر سر میرا کٹ جائے گا
یہ مرقع اَبھی اِک دَم میں پلٹ جائے گا

۱۶

میں ہوں سردارِ شبابِ چمن خلدِ بریں میں ہوں خالق کی قسم دوشِ محمدؐ کا مکیں
میں ہوں اَنگُشترِ پیغمبرِ خاتم کا نگیں مجھ سے روشن ہے فلک مجھ سے منور ہے زمیں
اَبھی نظروں سے نہاں نور جو میرا ہوگا
محفلِ عالمِ اِمکاں میں اندھیرا ہوگا

۱۷

قلزمِ عزو شرف کا دُرِ شہوار ہوں میں سب جہاں زیرِ نگیں ہو وہ جہاں دار ہوں میں
آج گو مصلحتاً بیکس و ناچار ہوں میں وَرثۂ احمدِ مختار کا مختار ہوں میں
بخدا دولتِ اِیماں اِسی دربار میں ہے
سب بزرگوں کا تبرک میری سرکار میں ہے

۱۸

یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دَستار یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہوں جو میں سینہ فگار
بَر میں یہ کس کا ہے چار آئینۂ جوہردار کس کا راہوار ہے یہ آج میں جس پر ہوں سوار
کس کا یہ خود ہے یہ تیغِ دوسر کس کی ہے
کس جری کی یہ کماں ہے یہ سِپر کس کی ہے

۱۹

تنگ آے گا تو رُکنے کا نہیں پھر شبیر ایک حملے میں فناہ ہونگے یہ دو لاکھ شریر
چل سکیں گے نہ تبر مجھ پہ نہ تلوار نہ تیر کاٹ جائے گی گلے سب کے یہ بُرّاں شمشیر
شیر ہوں لختِ دلِ غالبِ ہر غالب ہوں
میں جگر بندِ علیؑ ابن ِ اَبی طالب ہوں

۲۰

مجھ کو ہوتا نہ اگر بخشش اُمت کا خیال روک لیتا مجھے رستے میں یہ تھی حُر کی مجال
تھام سکتا تھا لجامِ فرسِ بَرق مثال پوچھ لو دیکھا ہے اُس نے میرے شیروں کا جلال
گفتگو میں سِپر اُسکی جو نہ ہم ہو جاتے
ہاتھ اِک وار پہونچوں سے قلم ہو جاتے

۲۱

غیض سے ہونٹ چباتے تھے علیؑ کے دلدار نیچے تولتے تھے عون و محمد ہر بار
اُگلی پڑتی تھی جگر بندِ حسنؑ کی تلوار میں نے جب سر کی قسم دی تو رُکے وہ جرار
چلتی تلوار تو جنگل تہہ و بالا ہوتا
پھر نہ حُر خلق میں ہوتا نہ رسالہ ہوتا

۲۲

تھا یہ بپھرا ہوا عباسؑ میرا شیر جواں سینۂ حُر پہ رکھے دیتا تھا نیزے کی سِناں
میں یہ کرتا تھا اِشارہ کہ نہ اَے بھائی جاں رحم لازم ہے ہمیں ہم ہیں اِمامَ دو جہاں
کچھ تردد نہیں سر تن سے اُتارا جائے
کوئی بندہ نہ میرے ہاتھ سے مارا جائے

۲۳

گرچہ یہ اَمر نہیں اہل ِ سخا کو شایاں کہ کسی شخص کو کچھ دے کے کرے سب پہ عیاں
پوچھ لو حُر تو ہے موجود عیاں راچہ بیاں اُسی جنگل میں مع فوج تھا یہ تشنہ دَہاں

شور تھا آج چلیں جسم سے جانیں سب کی
منھ سے باہر نکل آئی تھیں زبانیں سب کی

۲۴

زیست ہر شئے کی ہے پانی سے شجر ہو کہ بشر
مجھ سے دیکھا نہ گیا میں تو سخی کا ہوں پسر
میں نے عباسؑ دلاور سے کہا گھبرا کر
مشکوں والے ہیں کہاں اُونٹ ہیں پانی کے کدھر
کرمِ ساقیِ کوثر کو دکھا دو بھائی
جتنا پانی ہے وہ پیاسوں کو پلا دو بھائی

۲۵

رہ نہ جائے کوئی ناقہ کوئی گھوڑا بے آب
چھاگلیں جلد منگاؤ میرا دل ہے بیتاب
سقّے منھ کھول کے مشکیزوں کے آ پہنچے شتاب
متوجہ ہوا میں خود کہ وہ تھا کارِ ثواب
چین آیا نہ مجھے بے اُنہیں آرام دیے
تھا جو اِک جام کا پیاسا اُسے دو جام دیے

۲۶

تھی یہی فصل یہی دھوپ یہی گرم ہوا
ٹھنڈے پانی پہ گرے پڑتے تھے حُر کے رُفقاء
تشنہ کاموں کا وہ مجمع تھا کہ ملتی تھی نہ جاء
سقّے بھر بھر کے کٹوروں کو یہ دیتے تھے صدا
بھائیو آؤ جو پانی کی طلبگاری ہے
چشمۂ فیضِ حسینؑ ابن علیؑ جاری ہے

۲۷

آبِ شیریں کو جو دریا ہوا جنگل میں رواں
فرس و اُشتر و قاطر نہ رہے تشنہ دہاں
شکر کرنے لگے تر ہوگئی ہر خشک زباں
پانی پی پی کے دعائیں مجھے دیتے تھے جواں
شور تھا ابنِ یداللہ نے جاں بخشی کی
دین و دنیا کے شہنشاہ نے جاں بخشی کی

۲۸

ایک وہ دِن تھا اور اِک دِن یہ ہے اللہ اللہ	کہ اُسی طرح ہمیں پیاس میں پانی کی ہے چاہ
چشمِ اُمید ہو کیا سب نے پھرائی ہے نگاہ	کوئی اِک جام بھی بھر کر ہمیں دیتا نہیں آہ

ہر مسلماں پہ نبی زادے کا حق ہوتا ہے
بچے روتے ہیں تو سینہ میرا شک ہوتا ہے

۲۹

کئی طفل اُن میں کمسن کہ موئے جاتے ہیں	دَم اُکھڑتا ہے مرا جب اُنہیں غش آتے ہیں
پانی پانی جو وہ کرتے ہیں تو شرماتے ہیں	پاس دریا ہے پہ اِک بوند نہیں پاتے ہیں

سچ ہے غربت کی عجب شام و سحر ہوتی ہے
تیسرا دن ہے کہ فوقوں میں بسر ہوتی ہے

۳۰

شہ کی مظلومی پہ گریاں ہوئی ظالم کی سپاہ	عمرِ سعد نے کی مڑ کے رُخِ حُر پہ نگاہ
بولا وہ اَشھد باللہ بجا کہتے ہیں شاہ	محسن و منعم و آقا ہے میرا یہ ذیجاہ

اُن کے احسان کا کیونکر کوئی منکر ہووے
سخنِ حق میں جو شک لائے وہ کافر ہووے

۳۱

ایک میں کیا ہوں زمانے پہ اِحساں اُن کا	اَبرِ رحمت ہیں خطا پوش ہے داماں اُن کا
خشک و تر پر ہے کرم خلق میں یکساں اُن کا	ہے خوشا حال جو غربت میں ہو مہماں اُن کا

جنتی ہے جسے حاصل یہ شرف ہووے گا
جو اُدھر ہوگا خدا اُس کی طرف ہووے گا

۳۲

یہ اَبھی ہاتھ اُٹھا کر جو دعا فرمائیں	جتنے عالم کے گنہگار ہیں بخشے جائیں
حق سے جس شئے کے طلبگار ہوں فوراً پائیں	جام کوثر یہیں فردوس سے حوریں لائیں

مثلِ خورشید ہے روشن وہ شرف اِن کا ہے
یہ وہ بندے ہیں کہ اللہ پہ حق جن کا ہے

۳۳

اِن سے قطرہ کوئی مانگے تو گہر دیتے ہیں — ہیں سخی اِبنِ سخی بات پہ سر دیتے ہیں
پیٹ سائل کا یہ فاقوں میں بھی بھر دیتے ہیں — یاں تو زَر دیتے ہیں فردوس میں گھر دیتے ہیں
آس مجرم کی گنہگار کی اُمید ہیں یہ
زرّہ پرور جنہیں کہتے ہیں وہ خورشید ہیں یہ

۳۴

حر سے گھبرا کے یہ بولا عمرِ سعد شریر — یہ تو ہے صاف طرفداریِ شاہ کی تقریر
اَپنے حاکم کا نہ کچھ زکر نہ تعریفِ اَمیر — اللہ اللہ یہ اَوصاف یہ مدحِ شبیر
سن چکا ہوں میں کہ مضطر ہے کئی راتوں سے
اُلفتِ شاہ ٹپکتی ہے تیری باتوں سے

۳۵

نہ وہ آنکھیں نہ وہ چتون نہ وہ تیور نہ مزاج — سیدھی باتوں میں بگڑنا یہ نیا طور ہے آج
تخت بخشا ہے محمدؐ کے نواسے نے کہ تاج — جن کو سمجھا ہے غنی دل میں وہ خود ہیں محتاج
کون سا باغ تجھے شاہ نے دکھلایا ہے
کہیں کوثر کے تو چھینٹوں میں نہیں آیا ہے

۳۶

کیا کسی حور کا دکھلا دیا حضرت نے جمال — مل گیا سایہِ طوبیٰ کہ جو ایسا ہے نہال
قصرِ یاقوت میں پہنچا جو تیرا رنگ ہے لال — کون سے میوہِ شیریں پہ ٹپکتی ہے رال
دفعتاً حقِ نمک کو بھی فرموش کیا
کیا تجھے بادہِ تسنیم نے بے ہوش کیا

۳۷

میں جہاں دیدہ ہوں سب مجھ کو خبر ہے تیری
قرۃ العین محمدؐ پہ نظر ہے تیری

ہونٹ بھی خشک ہیں اور چشم بھی تر ہے تیری
جسم خالی ہے اِدھر جان اُدھر ہے تیری

راہ میں کچھ جو سلوک اور نوازش کی ہے
تو نے فرزندِ یداللہ سے سازش کی ہے

۳۸

خیر مخفی نہ رہے گا یہ قصور اور فتور
لکھیں گے عہدۂ اَخبار پہ جو ہیں مامور

حاکمِ شام ہے جابر وہ سزا دیگا ضرور
گر تجھے دَار پہ کھینچے تو کچھ اُس سے نہیں دور

سب تیری قوم کے سر تن سے جدا ہوویں گے
زَن و فرزند گرفتارِ بلا ہوویں گے

۳۹

نفع اُس اَمر میں کیا جس سے ہو مردم کا ضرر
آنکھیں نکلیں گی محبت سے جو دیکھے گا اُدھر

شجرِ قامتِ سرور پہ جو ڈالے گا نظر
سر چڑھے گا تیرا برچھی پہ یہ ہے اُس کا ثمر

اُلفتِ زلف میں بھی پیچ میں تو آئے گا
خالِ رُخ دیکھا تو گھر خالصے لگ جائے گا

۴۰

بدرِ پیشانیِ سرور کا جو ہے سر میں خیال
تو اِسی راہ میں نقصاں تیرا ہووے گا کمال

سب میں ہو جائے گا انگشت نما شکلِ ہلال
تیر و شمشیر ہے اَبرو کی محبت کا مآل

عشقِ رُخسار میں رُتبہ گھٹ جائے گا
منھ پہ کہتا ہوں کہ چہرہ اَبھی کٹ جائے گا

۴۱

خوف کس بات پیاسوں سے یہ تھرّانا کیا
لب پہ ہر رتبہ بیکس کی شنالانا کیا

ننگ کی بات ہے دشمن کی طرف جانا کیا
ہو نبی یا کہ وصی جنگ میں شرمانا کیا

اَبھی لیجائیں جو شبیر کا سر ہاتھ لگے
خلد ہم اِس کو سمجھتے ہیں کہ زَر ہاتھ لگے

۴۲

حُر پکارا کہ زباں بند کر او ناہنجار قابلِ لعن ہے تو اور تیرا وہ سردار
اِبنِ زہراؑ ہے جگر بندِ رسولِ مختار میرا کیا منھ جوکروں مدحِ اِمامِ اَبرار
اِک زمانہ صفتِ آلِ عبا کرتا ہے
آپ قراں میں خدا اُن کی ثنا کرتا ہے

۴۳

وصف ایسوں کا زباں پرکوئی کیونکرلائے تین سوآیہ ہوں تعریف میں جن کی آئے
کسی اِنساں نے نہ دنیا میں یہ رُتبے پائے اَپنا محبوب وَلی جن کو خدافرمائے
اُلفتِ آل میں میری تو خوش اِقبالی ہے
سَنگ ہے اُن کی محبت سے جو دل خالی ہے

۴۴

اَسفلوں سے ہے محبت تجھے اَے سِفلہ مزاج خاکِ پا اُس کا ہوں میں جو ہے سرِعرش کا تاج
جس کو کاندھے پہ محمدؐ کے ملی ہے معراج میرے آقا سا سخی کون ہے کونین میں آج
کیوں تیرے سامنے مکروں کہ نہیں بخشا ہے
ہاں مجھے شاہ نے فردوسِ بریں بخشا ہے

۴۵

باغ جو مجھ کو دکھایا اُسے کیا جانے تو راحتِ روح ہے جس باغ کے ہر پھول کی بو
مجھ کو اللہ نے بخشی ہیں وہ حوریں خوشرو کہ جنہیں تیرے فرشتوں نے نہ دیکھا ہو کبھو
نام کوثر کا نہ لے تو مجھے جوش آتا ہے
اِنہیں چھینٹوں سے تو بے ہوش کو ہوش آتا ہے

۴۶

عزتِ دیں شرفِ کون و مکاں ہے شبیر جان زہراؑ کی محمدؐ کی زباں ہے شبیر
سَنگ پانی ہو وہ اِعجاز بیاں ہے شبیر جان کیوں ہو نہ اُدھر جانِ جہاں ہے شبیر
مہرباں ہوں تو ابھی عقدہ کشائی ہووے
وہ نہ بخشیں تو خداتک نہ رَسائی ہووے

۴۷

کیا میں اور کیا وہ ریاست میری کیا میرے عیال جب کہ آفت میں پھنسی احمدؐ مختار کی آل
واں کی اِملاک و زراعت کا ہو کیا مجھ کو خیال یاں ہوئی جاتی ہے سادات کی کھیتی پامال
گھر کا اَب دھیان نہ بچوں کا اَلم ہے مجھ کو
خانہ بربادیِ شبیر کا غم ہے مجھ کو

۴۸

حکمرانوں کی عطا پر ہے تیرا دارومدار دارِ دنیا سے تعلق نہیں رکھتے دیندار
کیا مجھے دَار پہ کھینچے گا وہ ظالم غدار خواب غفلت ہے اُسے میرا ہے طالع بیدار
کسی سردار نے یہ اَوج نہ پایا ہوگا
دارِ طوبیٰ کا میرے فرق پہ سایہ ہوگا

۴۹

ہے سراَفراز سدا عاشقِ پیشانیِ شاہ سجدہ کیجیے کہ ہے بیت اَبروؤں کی بیت اللہ
عشق آنکھوں کا ہے مردم کے لیے نورِ نگاہ ہے وہ یوسف جسے ہو مصحف رُخسار کی چاہ
عاشق لب کو خدا لعل وگوہر دیتا ہے
وہ دَہن چشمہِ کوثر کی خبر دیتا ہے

۵۰

خال رُخسار نہیں کوئے سعادت ہے یہ مجھ سے مجرم کے لیے مُہر شفاعت ہے یہ
ہوں جو آشفتہِ گیسوتو سعادت ہے یہ بخدا سلسلہِ بخششِ اُمت ہے یہ

شبِ معراج رسولِ دو جہاں سمجھا ہوں
اُس کے ہر تار کو میں رشتہِ جاں سمجھا ہوں

۵۱

وصف دنداں میں رہے جس کی زباں گوہر بار موتیوں سے دہن اُس شخص کا بھر دے غفار
شوق میں سیبِ زقن کے جسے آئے نہ قرار حوریں غرُفوں سے دکھائیں اُسے رنگِ رُخسار
دَمبدم چاہنے والوں کے لہو گھٹتے ہیں
یہ گلا وہ ہے گلے جس کے لیے کٹتے ہیں

۵۲

صدقے اُس سینے پہ ہیں عاشقِ صافی سینہ خاک اُس دل پہ جو اِس سینے سے رکھے کینہ
حق نما ہے تو جہاں میں ہے یہی آئینہ اُس کا عاشق ہو تو ہوں کور کی آنکھیں بینا
فیض پاتا ہے وہ جس دل میں وِلا ہوتی ہے
چشم کو اُنکی زیارت سے جِلا ہوتی ہے

۵۳

پاؤں یہ وہ ہیں کہ اِن پاؤں کو جو ہاتھ لگائے تو سر دَست سرافرازیِ کونین وہ پائے
گردِ نعلین مبارک جو اَثر اَپنا دکھائے توتیا ہووے خجل کحل جوہر شرمائے
صدقے کر دیں گے سر اِن پاؤں پہ ہم ایسے ہیں
دوش احمدؐ پہ رہے جو یہ قدم ایسے ہیں

۵۴

عملِ خیر سے بہکانہ مجھے او ابلیس یہی کونین کا مالک ہے یہی راس و رئیس
کیا مجھے دیگا تیرا حاکمِ ملعون و خسیس کچھ تردد نہیں کہہ دے کہ لکھیں پرچہ نویس
ہاں سوئے اِبنِ شہنشاہِ عرب جاتا ہوں
اَئے ستمگر جو نہ جاتا تھا تو اَب جاتا ہوں

۵۵

کہہ کے یہ ڈاب سے غازی نے نکالی تلوار سرخ آنکھیں ہوئیں اَبرو پہ بَل آئے اِک بار
تَن کے دیکھا طرفِ فوجِ اِمامِ اَبرار پاؤں رکھنے لگا بن بن کے زمیں پر راہوار
غل ہوا سیّدِ والا کا ولی جاتا ہے
لو طرفدارِ حسینؑ ابنِ علیؑ جاتا ہے

۵۶

حر نے نعرہ کیا یا حیدر و صفدر مددے وقتِ اِمداد ہے یا فاتحِ خیبر مددے
زوجِ زہراؑ مددے نفسِ پیمبر مددے بندہ ِ آل ہوں یا خواجہِ قنبر مددے
تن ِ تنہا ہے غلام اور کئی اَظلم ہیں
آئی آواز کہ اَے حر تیرے حامی ہم ہیں

۵۷

مل گئی راہ ِخدا واہ رے اِقبال تیرا پاک عصیاں سے ہوا نامۂ اَعمال تیرا
جرم ِماضی ہوئے سب عفو خوشا حال تیرا جلد جا جلد کہ شائق ہے میرا لعل تیرا
مرد ہے جس کی یہ ہمت یہ اِرادہ ہووے
ہاں بہادُر تیری توفیق زیادہ ہووے

۵۸

منتظر ہیں تیرے سب فوجِ حسینی کے جواں دَرِ فردوس پہ مشتاق کھڑا ہے رضواں
راہ تکتی ہیں تیری دیر سے حورانِ جناں شور کوثر پہ ہے شبیر کا مہماں ہے کہاں
فوجِ قدسی تیری ہمت کی ثنا کرتی ہے
فاطمہؑ آج تیرے حق میں دعا کرتی ہے

۵۹

تو بہشتی ہے یہ کافر ہیں کنشتی اَے حر مٹ گئی سب تیرے اَعمال کی تختی اَے حر
دیکھ اَب صورتِ حورانِ بہشتی اَے حر کس تلاطم سے بچی ہے تیری کشتی اَے حر

غضب اللہ کا شبیر کی ناراضی ہے
پنجتن تجھ سے ہیں راضی تو خدا راضی ہے

۶۰

اور بالیدہ ہوا سن کے یہ مژدہ وہ ہژبر　　دل بیتاب پکارا کہ نہیں طاقتِ صبر
اَب تو اِس فوج میں اِک دَم کی بھی تعویق ہے جبر　　قعر دوزخ ہے مسلماں کے لیے صحبتِ گبر
ہاں اُٹھا باگ جو شیدائے شہِ عالی ہے
فوجِ اللہ و نبی میں تیری جاء خالی ہے

۶۱

سن کے یہ باگ جو لی اَسپِ سبک تاز اُڑا　　ڈر سے رنگِ عمرِ شعبدہ پرداز اُڑا
کیا اُڑا رَخش کہ طاوس بصد ناز اُڑا　　دی پرندوں نے یہ آواز کہ شہباز اُڑا
باغ زہراؑ میں نسیمِ سحری جاتی ہے
غل تھا دَربارِ سلیماںؑ میں پَری جاتی ہے

۶۲

کیا دو تین رسالوں نے تعاقب ہر چند　　حُر کا ہاتھ آنا تو کیسا نہ ملی گردِ سمند
کہتے تھے شرم سے وہ لے کے جو دوڑے تھے کمند　　یہ چھلاوہ تھا کہ آندھی یہ فرس تھا کہ پرند
کیا سبک سوئے چمن بادِ بہاری پہنچی
ہم یہیں رہ گئے واں حر کی سواری پہنچی

۶۳

ہاں ہوئے علمِ اِمامت سے شہِ دیں آگاہ　　ہنس کے عباسؑ سے فرمایا کہ اَئے غیرتِ ماہ
میرے لشکر کی طرف ہے رُخِ حرِ ذیجاہ　　سب سے کہہ دو کہ نہ روکے کوئی اُس شخص کی راہ
جاؤ لینے کو عجب رُتبہ شناس آتا ہے
میرا مہماں میرا عاشق میرے پاس آتا ہے

۶۴

زکر یہ تھا صدا دور سے آئی اِک بار
اَلغیاث اَئے جگر و جانِ رسولِ مختار
مجرم ایسا ہوں کہ عصیاں کا نہیں جس کے شمار
عفو کر عفو کہ اَئے چشمہِ فیضِ غفار
پار دریائے خطاء سے میری کشتی ہووے
دوزخی بھی تیرے صدقے سے بہشتی ہووے

۶۵

کئی دَوروں سے تلاطم میں ہوں اَئے شاہنشاہ
مدد اَئے نوحِ غریباں میرا بیڑا ہے تباہ
دَست و پا گم ہیں کچھ ایسے کہ نہیں سوجھتی راہ
شور کرتا ہوں کہ بتلائے کوئی جائے پناہ
اَبر رحمت کی طرف جا یہ صدا دیتے ہیں
سب تیرے دامنِ دولت کا پتہ دیتے ہیں

۶۶

تیرے دامن کے نثار اَئے میرے آقائے جلیل
رحم کر رحم کہ شرمندہ ہے یہ عبدِ زلیل
دل خنک ہووے جو نکلے کوئی کوثر کی سبیل
جان آ جائے جو مولائے دو عالم ہوں کفیل
نہ وزیروں میں یہ ہمت نہ شہنشاہ میں ہے
سب میرے درد کا دَرماں تیری دَرگاہ میں ہے

۶۷

خلق میں آپ کے والد کے کرم ہیں مشہور
بات میں بخش دیے سینکڑوں بندوں کے قصور
مجھ سے ہیں باگ پکڑ لینے سے آزُردہ حضور
بخش دیجے تو کرم سے نہیں کچھ آپ کے دور
یہ تو کیونکر کہوں میں لائقِ تعزیر نہیں
مگر اَسود سے زیادہ میری تقصیر نہیں

۶۸

اَئے مددگار و معینِ ضعفا اَدرکنی
اَئے خبر گیر گروہِ غُربا اَدرکنی
پاؤں لغزش میں ہیں اَئے دَستِ خدا اَدرکنی
ہاتھ باندھے ہوں میں اَئے عقدہ کشا اَدرکنی

دیجیے حُر کو سند نار سے آزادی کی
آیئے جلد خبر لیجیے فریادی کی

۶۹

میرے اَعمال میں ہر چند سراسر ہے بَدی　ہوں گنہگارِ خدائے اَزلی و اَبدی
آپ ہیں مالکِ سرکارِ جنابِ اَحدی　اَئے خداوندِ جہاں خُذ بیدی خُذ بیدی
جو تہی دَست ہیں تکتے ہیں شہنشاہ کا ہاتھ
آپ کا ہاتھ زمانے میں ہے اللہ کا ہاتھ

۷۰

ایک یہ خستہ تن اور دَر پئے جاں لاکھ حریف　اَئے سُلیماں کہیں پامال نہ ہو مورِ ضعیف
چھوڑ کر آپ کی سرکار کہاں جائے نحیف　کیجیے اَب نظرِ لطف کہ ہوتا ہے خفیف
ہوں سرافراز جو اِتنا ہی کرم ہو جائے
نام قنبر کے غلاموں میں رقم ہو جائے

۷۱

اِستغاثہ جو کیا حر نے یہ بادیدۂِ نم　جوش میں آگیا اللہ کا دریائے کرم
خود بڑھے ہاتھوں کو پھیلا کے شہنشاہِ اُمم　حر کو یہ ہاتفِ غیبی نے صدا دی اُس دَم
شکر کر سبطِ رسولِ ثقلین آتے ہیں
لے بہادُر تیرے لینے کو حسینؑ آتے ہیں

۷۲

حر نے دیکھا کہ چلے آتے ہیں ہیں پیدل شبیر　دوڑ کر چوم لیے پائے سرِ عرش سریر
شہ نے چھاتی سے لگا کر کہا اَئے با توقیر　میں نے بخشی میرے اللہ نے بخشی تقصیر
میں رَضا مند ہوں کس وَاسطے مضطر ہے تو
مجھ کو عباسؑ دلاور کے برابر ہے تو

۷۳

کس کے کیوں باندھا ہے ہاتھوں کو میں ہوتا ہوں خجل سہل کر دیں اُسے اور کوئی ہو مشکل
بھائی آ مجھ سے بغلگیر تو ہو کھول کے دل غافر و اِرحم و توّاب ہے رَبِ عادل
جرم سب محو کیے حق نے تیرے دفتر سے
آج پیدا ہوا گویا شکمِ مادر سے

۷۴

حر پکارا **با اَبی اَنتَ وَ اُمی** یا شاہ قابلِ عفو نہ تھے بندہِ آثم کے گناہ
مجھ سے گمراہ کو اِک آن میں مِل جائے یہ راہ سب ہے صدقہ اِنھی قدموں کا خدا ہے آگاہ
نظر ذرّے پہ جو ہو نیرِ تاباں ہووے
آپ جس مور کو چاہیں وہ سُلیماں ہووے

۷۵

کون مقداد تھے سلمان و اَبوذر تھے کون آپ فرمائیں کہ عمّارِ دلاور تھے کون
شور عالم میں جو ہے مالکِ اَشتر تھے کون اَئے خداوندِ جہاں حضرتِ قنبر تھے کون
اِنہیں قدموں کا تصدق تھا کہ ممتاز ہوئے
اِسی سرکار کی خُلعت سے سرفراز ہوئے

۷۶

شاہ نے فرمایا کہ خالق کی عنایت ہے سب دے کسی شخص کو بندے کو یہ مقدور ہے کب
اُس مسبب کی عنایت کے یہ سارے ہیں سبب وہی مُنعم وہی مُحسن وہی رازق وہی رَب
اپنے کِیسے سے نہ ہم دام و دِرم دیتے ہیں
جب وہ خالق ہمیں دیتا ہے تو ہم دیتے ہیں

۷۷

لاکھ ہاتھ اُس کے ہیں دینے کے وہ ایسا ہے جواد ہم اگر بھولیں تو بھولیں اُسے ہر وقت ہے یاد
رزق وہ حوصلہِ حرص سے دیتا ہے زیاد شُکر معبود کا اِس پر بھی نہیں کرتے عِباد

وہ غنی ہے کہ ہے محتاج زمانہ اُس کا
کبھی خالی نہیں ہوتا ہے خزانہ اُس کا

۷۸

جس قدر اُس سے طلب کیجیے خوشنود ہے وہ
صاحبِ جود ہے وہّاب ہے محمود ہے وہ
ہاتھ پھیلائے جو سو بار تو موجود ہے وہ
بخش دیتا ہے کہ ہم عبد ہیں معبود ہے وہ
پرورش جرم پہ بھی صبح و مسا ہوتی ہے
یاں سے ہوتی ہے خطا واں سے عطا ہوتی ہے

۷۹

کہہ کے یہ ساتھ لیے حُر کو چلے شاہِ اُمم
ہاتھ میں ہاتھ تھا مہمان کا اللہ رِے کرم
راس و چِپ قاسم و اکبر تھے زہے شانِ حشم
سر پہ کھولے ہوئے تھے حضرتِ عباسؑ علم
دور سے اہل خطا تیر جو برساتے تھے
رُفقاء سائے میں ڈھالوں کے لیے آتے تھے

۸۰

لائے اِس عزت و حرمت سے جو مہماں کو اِمام
بولے عباس کمر کھول اَب اَئے نیک اَنجام
شہ نے فرمایا مناسب ہے کوئی دَم آرام
عرض کی حر نے کمر خُلد میں کھولے گا غلام
فاتحہ پڑھ کے یہ شمشیر و سِپر باندھی ہے
آج اِس عزم پہ خادم نے کمر باندھی ہے

۸۱

ہے بہت شمر و عمر سے مجھے لڑنے کی اُمنگ
ایک ہی وار میں دونوں کو کروں گا چورنگ
لشکر شام سے پیہم چلے آتے ہیں خدنگ
شہزادوں کی سپر ہوں کہ عبادت ہے یہ جنگ
کہیں ایسا نہ ہو بچہ کوئی بے جاں ہووے
پہلے یہ تازہ غلام آپ پہ قرباں ہووے

۸۳

شہ نے فرمایا کہ دشوار ہے فرقت تیری
مجھکو مر کر بھی نہ بھولے گی محبت تیری
وا دَریغا ہوئی کچھ ہم سے نہ خدمت تیری
خیر فردوس میں ہو جائے گی دعوت تیری
آج رُتبہ تیرا خیلِ شہدا میں ہوگا
شب کو تو صحبتِ محبوبِ خدا میں ہوگا

۸۴

تجھ سے مخفی نہیں ہفتم سے جو کچھ ہے مرا حال
راہیں ہر سمت کی روکے ہوئے ہیں اہلِ ضلال
قحط پانی کا ہے اِس دَشت میں گندم کا ہے کال
نانِ جو کا بھی ہے ملنا کسی قریہ میں محال
سب کو اِیذا عوضِ آب غذا ملتی ہے
دودھ اصغر کو نہ عابد کو دوا ملتی ہے

۸۵

حر نے رو کر سرِ تسلیم جھکایا بہ اَدب
شہ نے رومال رکھا آنکھوں پہ رونے لگے سب
جب چڑھا گھوڑے پہ وہ عاشقِ سلطانِ عرب
شہ بولے کہ عجب دوست چُھٹا ہائے غضب
دَمبدم یاں سے جو آوازِ بُکا جاتی تھی
گریہ آلِ محمد کی صدا آتی تھی

۸۶

حر چلا فوجِ مخالف پہ اُڑا کر توسن
چوکڑی بھول گئے جس کے تگاپو سے ہرن
وہ جلال اور وہ شوکت وہ غضب کی چتون
ہاتھ میں تیغ سپر دوش پہ بَر میں جوشن
دوسرے دوش پہ شملے کے جو بل کھاتے تھے
کاکُلِ حور کے سب پیچ کھلے جاتے تھے

۸۷

زورِ بازو کا نمایاں تھا بھرے شانوں سے
دَستِ فولاد دبا جاتا تھا دَستانوں سے
برچھیوں اُڑتا تھا دَب دَب کے فرس رانوں سے
آنکھ لڑ جاتی تھی دریا کے نگہبانوں سے

خودِ رومی کی جو ضوتا بہ فلک جاتی تھی
چشمِ خورشید میں بجلی سی چمک جاتی تھی

۸۷

نیزۂ حر کی سناں پر نہ ٹھہرتی تھی نگاہ
تھا یہ ظاہر کہ نکالے ہے زباں مارِ سیاہ
قبضۂ تیغ پہ رکھے تھی سرِ عجز پناہ
آفتابی وہ سپر جس سے خجل گروہِ ماہ
قدر اندازوں کو جانوں کے اُدھر لالے تھے
تیر تُرکش کے نہ تھے آگ کے پرکالے تھے

۸۸

رَن میں جب شہ کی طرف سے حُرِ دیندار آیا
کس بشاشت سے اُڑاتا ہوا رہوار آیا
غل ہوا سیّدِ مظلوم کا غمخوار آیا
جاں نثارِ خلفِ حیدرؑ کرار آیا
تتّقِ نور سرِ راہ نظر آتا تھا
جلوہ قدرتِ اللہ نظر آتا تھا

۸۹

آنے جانے کا بہادر کا کروں کیا مذکور
پہلے کچھ اور ہی جلوہ تھا پر اَب اور ظہور
اَے خوشا رُتبۂ فیضِ قدمِ پاک حضور
غل تھا آتا ہے ملک پہنے ہوئے خلعتِ نور
صحبتِ اہلِ وِلا دل میں جِلا کرتی ہے
مِس کو اِک آن میں اِکسیرِ طلا کرتی ہے

۹۰

واہ کیا فیض ہے سرکارِ شہ عالم میں
ذرّۂ خاک کو خورشید کیا اِک دَم میں
نور یہ حور میں دیکھا نہ بنی آدم میں
یہ وہی حرِ جری ہے جو ابھی تھا ہم میں
تن ہے خوشبو رُخِ گلرنگ تر و تازہ ہے
خاکِ نعلینِ مبارک کا عجب غازہ ہے

۹۱

مہر زرّہ ہے جہاں چہرہِ روشن ایسا
چاندنی جس سے کرے کسبِ ضیا تَن ایسا
حرز ہو بازوئے داود کا جوشن ایسا
ہوش پریوں کے اُڑے جاتے ہیں توسن ایسا
گلشنِ دہر میں لو بادِ بہاری آئی
قاف میں غل ہے سلیماں کی سواری آئی

۹۲

حر پکارا کہ بجا کہتے ہو لاشک لاریب
دامنِ حضرتِ شبیر نے ڈھانپے میرے عیب
دولتِ دیں سے نہ دمن میرا خالی ہے نہ جیب
بارک اللہ کی دیتا ہے صدا ہاتفِ غیب
فیض پاکر پئے شمشیر زنی آیا ہوں
یاں سے محتاج گیا واں سے غنی آیا ہوں

۹۳

مجھ کو خورشید کیا نورِ خدا کی ضو نے
نور بخشا قمرِ فاطمہؑ کے پرَتو نے
بخت پائے ہیں سکندر کے غلام نو نے
گنج وہ لایا ہوں دیکھا جو نہ تھا خسرو نے
دَور دَور آج سے میرا ہے زمانہ میرا
کبھی خالی نہیں ہونے کا خزانہ میرا

۹۴

رُخِ روشن کو میرے تکتے ہو کیا حسرت سے
مَل کے آیا ہوں منہ اَپنا قدمِ حضرت سے
نور وہ ہے جسے دیکھیں نظرِ رغبت سے
وائے وہ لوگ جو محروم ہیں اِس دولت سے
مجھ کو بھی دیکھ کے بیدار نہیں ہوتے ہو
ہے غضب آنکھیں تو کھولے ہو مگر سوتے ہو

۹۵

جانِ سلطانِ رسالت کو غنیمت جانو
پسر شاہِ ولایت کو غنیت جانو
نورِ خالق کی زیارت کو غنیمت جانو
قمرِ بُرجِ امامت کو غنیمت جانو

ساتھ اِس کے بَرَکت خلق سے اُٹھ جائے گی
پھر جو ڈھونڈو گے یہ دولت تو نہ ہاتھ آئے گی

۹۶

ایک سّید کے مٹا دینے میں ہے کون سا نام　اِس ہوا پر ہو کہ بجھ جائے چراغِ اِسلام
گر ہو دانا تو کہو بد ہے کہ ہے نیک یہ کام　خوشنما کب ہے وہ تسبیح نہ ہو جس میں اِمام
شکرِ احسانِ جنابِ اَحدی کرتے ہیں
پیشوا سے کہیں پیرو بھی بدی کرتے ہیں

۹۷

یہ سخن سُن کے پکارا پسرِ سعد شریر　ہاں طرفدارِ شہِ دیں پہ چلیں نیزہ و تیر
لیے حربوں کو بڑھا فوج کا اَنبوہِ کثیر　فاتحہ پڑھ کے جواں مرد نے کھینچی شمشیر
حر کا منہ سرخ ہوا فوجِ ستم زرد ہوئی
شعلہِ تیغ سے بجلی کی چمک گرد ہوئی

۹۸

رَعد تھرّا گیا نعرے جو سنے ضیغم کے　اِستخواں کانپ گئے زیرِ زمیں رُستم کے
تہ و بالا ہوئیں لشکر کی صفیں جم جم کے　برقِ شمشیر سے ڈر ڈر کے فرس بھی چمکے
نوبتِ جنگ نہ آئی تھی کہ دل ٹوٹ گئے
بیرقیں گر گئیں ہاتھوں سے نشاں چھوٹ گئے

۹۹

چھیڑ کر باگ فرس کو جو زرہ گرمایا　غیظ میں آن کے گھوڑا بھی عجب کف لایا
شیر سا فوجِ مخالف پہ جھپٹ کر آیا　روند ڈالا اُسے دَم میں جسے سرکش پایا
اُس کا قاتل تھا جو دشمن شہِ عالی کا تھا
کاٹ ہر نعل میں شمشیرِ ہلالی کا تھا

۱۰۰

حشر برپا تھا کہ تیغِ حر زیجاہ چلی آگ برسانے کو بجلی سوئے جنگاہ چلی

کس کرشمہ سے وہ لیلیٰ ظفرِ راہ چلی گہہ تھمی گہہ بڑھی گاہ رُکی گاہ چلی

زخم سینے کے گریباں کی طرح پھٹتے تھے

چال کیا تھی کہ ہزروں کے گلے کٹتے تھے

۱۰۱

کیں صفیں صاف مگر منہ کی صفائی نہ گئی کج اَدائی کو نہ چھوڑا وہ لڑائی نہ گئی

کانٹ چھانٹ اور لگاوٹ وہ رکھائی نہ گئی سینکڑوں خون کیے اور کہیں آئی نہ گئی

شور تھا برق پئے جلوہ گری نکلی ہے

جان لینے کو اَجل بن کے پَری نکلی ہے

۱۰۲

جس طرف دیدہِ جوہر سے نظر کرتی ہے پل نہ گزرے کہ صفیں زیروزبر کرتی ہے

چشم ہر چند کہ پُتلی کو سپر کرتی ہے ہے وہ طرّار کہ آنکھوں میں یہ گھر کرتی ہے

اُس ک اَفسوں سے جو ساحر ہو وہ جل جاتا ہے

سحر پریوں کا اِسی طرح سے چل جاتا ہے

۱۰۳

پھونکے بجلی کو یہ اُس آگ کی ہے پرکالا کاٹ جائے تو کبھی لہر نہ لے پھر کالا

برچھیاں چل گئیں اُس پر جسے دیکھا بھالا آ گیا دام میں جس شخص پہ ڈورا ڈالا

اُسکے پانی میں کفِ مارِ سیاہ گھولا ہے

باڑھ ہے یا مَلک الموت نے منہ کھولا ہے

۱۰۴

آئی جس غول پہ لاشوں سے زمیں پاٹ گئی دَست وپا صدر وکمر گردن وسر کاٹ گئی

چاٹ ایسی تھی لہو کہ صفیں چاٹ گئی دیکھی تیغوں کی جدھر باڑھ اُسی گھاٹ گئی

جس پہ جاتی تھی نہ بے جان لیے پھرتی تھی
ایک بجلی تھی مگر لاکھ جگہ گرتی تھی

۱۰۵

گل نئے پھوٹے جو برچھی پہ لگا پھل اُس کا　　زور دکھلاتا تھا ہر ضرب میں کس بَل اُس کا
ڈھیر تھا خاک پہ کاٹا ہوا جنگل اُس کا　　جو بڑھا جنگ میں قصہ ہوا فیصل اُس کا
شور تھا دیکھیے کیسے یہ بلا ٹلتی ہے
اِسقدر جلد تو سیفی بھی نہیں چلتی ہے

۱۰۶

جنگ میں تیغ کو دعویٰ تھا کہ یکتا ہوں میں　　سر اُٹھایا تھا یہ گھوڑے نے کہ عنقا ہوں میں
چرخ کہتا تھا کہ یارَب تہہ و بالا ہوں میں　　برق کہتی تھی کہ تلوار ہے یہ یا ہوں میں
کس میں ہے یہ جو تڑپ زیرِ فلک میری ہے
تیغ کرتی تھی اِشارہ یہ چمک میری ہے

۱۰۷

نہ تھمی سنگ سے وہ اور نہ رُکی آہن سے　　ہاتھ اُڑا دیتی تھی پہنچوں سے تو سر گردن سے
نہ اُٹھی اُس کی کڑی ضرب کسی جوشن سے　　چل گئی بادِ مخالف جدھر آئی سَن سے
جوش طوفاں کا دکھا کر وہ خوش اُسلوب گئی
خون کے دریا میں ہر اِک کشتیِ تن ڈوب گئی

۱۰۸

کثرتِ جوہرِ زاتی سے وہ گو جال میں تھی　　پر تڑپ صورتِ ماہی وہی ہر حال میں تھی
تھی چمک جانے میں بجلی تو پری چال میں تھی　　کبھی مغفر میں کبھی سر میں کبھی ڈھال میں تھی
کہیں دَم لینے کی مہلت تھی نہ بِسمل کے لیے
تھی جگر کے لیے برچھی تو چھری دل کے لیے

۱۰۹

صید کرنے کو جدھر صورتِ شہباز آئی لاکھ تڑپا وہ نہ بے جان لیے باز آئی
غل ہوا شہپرِ شاہیں کے تلے قاز آئی اُڑ گیا طائرِ جاں اور نہ آواز آئی
گرچہ قبضے میں لیے تھی اُس پر چھوڑ دیا
تھا زبس صیدِ زبوں کاٹ کے سر چھوڑ دیا

۱۱۰

آب نے آتشِ سوزاں کا اثر دکھلایا تاب نے مرگِ مفاجات کا گھر دکھلایا
باڑ نے جادہء صحرا سے سقر دکھلایا گھاٹ نے آئینہِ فتح و ظفر دکھلایا
تیغ کہتی تھی درِ فتح کی مفتاح ہوں میں
قول قبضے کا یہ تھا قابضِ ارواح ہوں میں

۱۱۱

خم وہ پایا تھا کہ شرمائے ہلالِ مہِ عید حر کے ہاتھ آگئی تھی گلشن جنت کی کلید
برش ایسی تھی کہ کٹ کٹ گئی سب فوج یزید جامہ کفر کے پرزے تھے زہے قطع و بُرید
نہ بچا تارِ نفس خلق میں جینے کے لیے
چاک زخموں کے فقط رہ گئے سینے کے لیے

۱۱۲

کئی حملے کیے پیہم جو کمانداروں پر چل گئے تیر ملامت کے خطاکاروں پر
چٹکیاں سب کی دھری رہ گئیں سوفاروں پر رُخ پھرا تھا کہ گری برق ستمگاروں پر
جل کہ خرمن یوں ہوا خاک کہ گوشہ نہ ملا
کشمکش میں کہیں چھپنے کو بھی گوشہ نہ ملا

۱۱۳

نیزہِ فوجِ ستمگار تھے دیکھے بھالے دَم میں اُس شیرِ نیستاں نے قلم کرڈالے
گرچہ تھے جان لڑائے ہوئے لڑنے والے آفت مرگ کو سر سے کوئی کیونکر ٹالے

جب سواروں کے پرے جنگ پہ تُل جاتے تھے
بند سب ناخنِ شمشیر کے کھل جاتے تھے

۱۱۴

الفِ گُرز کوکر دیتی تھی ہر ضرب میں دال | تھی نئی آمدورفت اور نئی طرح کی چال
کبھی برچھی کی اَنی تھی تو کبھی تیر کی پھال | کبھی تلوار کبھی خنجرِ بُراں کبھی ڈھال
ضرب کو روک کے دشمن کو فنا کرتی تھی
دَم بدم فوجِ ستمگر بھی ثنا کرتی تھی

۱۱۵

شور تھا آگ ہے تلوار میں یا پانی ہے | جل بجھے کشتیِ تن خون میں طوفانی ہے
ضرب میں فرد ہے یہ زور میں لاثانی ہے | کہتا تھا حر یہ فقط قوتِ ایمانی ہے
زور تھا مجھ میں نہ ایسا نہ وغا کی طاقت
سب ہے یہ سبطِ پیمبر کی دعا کی طاقت

۱۱۶

کہہ یہ فوج میں پھر تشنہ جگر ڈوب گیا | ورطہِ قلزمِ آفت میں گہر ڈوب گیا
لشکر شام کے بادل میں قمر ڈوب گیا | کشمکش تھی کہ عرق میں گلِ تر ڈوب گیا
تھا کبھی شیر سا بپھرا ہو شمشیروں میں
کبھی نیزوں کے نیستاں میں کبھی تیروں میں

۱۱۷

گہہ چھپا اور کبھی نکلا وہ مہِ بُرجِ شرف | کبھی اس صف میں دَر آیا کبھی روندی وہ صف
کبھی دریا کے کنارے کبھی صحرا کی طرف | کبھی نعرہ تھا کہ صدقے تیرے یا شاہِ نجف
جتنے مجروح تھے دَم اُن کے نکل جاتے تھے
شیر بھی نامِ علیؑ سُن کے دہل جاتے تھے

۱۱۸

نخل تھرّاتے تھے سب گونج رہا تھا جنگل سِر کی جاتی تھی زمیں رَن کی غضب تھی ہلچل
کوند جاتی تھی سروں پر جو وہ شمشیرِ اَجل منہ کے بل گرتا تھا کوئی تو کوئی سر کے بل
حشر برپا تھا سواروں پہ فرس لوٹتے تھے
دو پہ چار ایک پہ دو پانچ پہ دس لوٹتے تھے

۱۱۹

بڑھ کے فرماتے عباسؑ زہے عزت و جاہ بارک اللہ کی دیتا تھا صدا دلبرِ شاہ
کہتے تھے ابنِ حسنؑ واہ حرِ غازی واہ واہ شاہ ہر ضرب پہ فرماتے تھے ماشاءاللہ
اپنی جانبازی کا غازی جو صلہ پاتا تھا
مسکراتا ہوا تسلیم کو جھک جاتا تھا

۱۲۰

حیف جھکنے میں لعینوں نے جو فرصت پائی سامنے چھوڑ کے سب فوج عقب سے آئی
لاکھ خونریز اُدھر اور اِدھر تنہائی باگ گھوڑے کی پھراتا تھا کہ برچھی کھائی
آ گیا موت کے پنجے میں نہ کچھ دیر لگی
فرق پر گُرز لگا دوش پہ شمشیر لگی

۱۲۱

سینہ غُربال ہوا تیر چلے اَعدا کے رکھ دیا شیر نے قابوس پہ سر نہوڑا کے
علی اکبرؑ نے یہ حضرت سے کہا چلا کے گر ہو اِرشاد تو مہماں کو سنبھالوں جا کے
خادمِ حضرتِ زہراؑ و علیؑ گرتا ہے
خاک پہ اَب وہ سعیدِ ازلی گرتا ہے

۱۲۲

شاہ رونے لگے سنتے ہی یہ مہماں کی خبر ہوگئی آنسوؤں سے ریشِ مبارک سب تر
علی اکبرؑ سے کہا تم اَبھی ٹھہرو دلبر حُر کی اِمداد کو ہم جائیں گے اَے نورِ نظر

کس سے اِس وقت کہوں میں جو قلق مجھ پر ہے
لاش اُٹھاؤں گا یہ مہماں کا حق مجھ پر ہے

۱۲۳

عرض کی حضرتِ عباسؑ نے جاتا ہے غلام جوش رقت میں کہا شہ نے نہیں اَئے گلفام
میری اُلفت میں ہوا قتل حرِ نیک انجام دوست کیسے جو برُے وقت میں ہم آئیں نہ کام
اُس پہ جب سخت گھڑی ہوگی تو کام آئیں گے
لاش کیا قبر میں مہمان کی ہم جائیں گے

۱۲۴

اُس کے لاشے پہ نہ جائیں یہ مروت سے ہے دور اُس سے ہم شاد ہوئے وہ بھی تو ہو کچھ مسرور
قصر خلد اُس کو دکھائیں کہ ہوئے عفو قصور سرخرو جاتا ہے دنیا سے وہ خالق کے حضور
ایسا زی رُتبہ کوئی خلق میں کم نکلے گا
میرے مہماں کا میری گود میں دم نکلے گا

۱۲۵

یہ سخن کہہ چلے رَن کو جنابِ شبیر واں گرا خاک پہ گھوڑے سے حرِ باتوقیر
دیکھ کر شاہ کو آتے ہوئے بھاگے بے پیر پہنچے لاشے پہ اِمامِ دو جہاں وقتِ اَخیر
چمنِ ہستیِ مہماں کو اُجڑتے دیکھا
ایڑیاں خاک پہ زخمی کو رگڑتے دیکھا

۱۲۶

گر کے لاشے کے برابر یہ پکارے سرور میرے مہمان و مددگار و معین و یاور
گُرز کیا تجھ کو لگا ٹوٹ گئی میری کمر گر پڑا گھوڑے سے اور آہ نہ کی مجھ کو خبر
دوست کے ہجر میں کب دوست کو چین آیا ہے
کھول دے آنکھ کو بھائی کہ حسینؑ آیا ہے

۱۲۷

واہ رے حرِ جری میں تیری ہمت کے فدا — اِس کو کہتے ہیں محبت اِسے کہتے ہیں وفا
ہے یہ بیکس تیرا شرمندہِ اِحساں بخدا — بس یہی بھائی بھی کرتے ہیں جو کچھ تم نے کیا
حق تعالیٰ چمن خلد میں گھر دے بھائی
اِس ریاضت کا خدا تجھ کو ثمر دے بھائی

۱۲۸

حُر کو چونکا کے حبیب اِبنِ مظاہر نے کہا — آپ بیتاب ہیں اَے حرِ جری ہوش میں آ
دیکھ دیدارِ جگر بندِ جنابِ زہرًا — کوچ دَر پیش ہے یہ وقت نہیں غفلت کا
دَم رُکا ہے تو اِشارے سے وصیت کر لے
نزاع میں نورِ الٰہی کی زیارت کر لے

۱۲۹

کسی آقا نے کبھی کی ہے یہ توقیر غلام — دیکھ تو رحم تیرے واسطے روتے ہیں اِمام
بھائی فرماتے ہیں شفقت سے شہِ عرش مقام — اَئے خوشا حال خدا سب کا کرے نیک انجام
حشر تک خلق میں یہ ذکر غم انگیز رہا
تو بچپن کے غلاموں سے بھی کچھ تیز رہا

۱۳۰

نیم وا چشم سے حُر نے رُخِ مولا دیکھا — زیر سر زانوئے شبیر کا تکیہ دیکھا
مسکرا کر طرفِ عالمِ بالا دیکھا — شہ نے فرمایا کہ اَئے حُرِ جری کیا دیکھا
عرض کی حُسنِ رُخ حور نظر آتا ہے
فرش سے عرش تلک نور نظر آتا ہے

۱۳۱

باغ فردوس دکھاتا ہے مجھے اپنی بہار — صاف نہریں ہیں رواں جھوم رہے ہیں اَشجار
شاخ سے میری طرف بڑھتے ہیں میوے ہر بار — حوریں لاتی ہیں جواہر کے طبق بہرِ نثار

ہے یہ رضواں کی صدا دھیان کدھر تیرا ہے
دیکھ اَے شاہ کے مہمان یہ گھر تیرا ہے

۱۳۲

مجھکو لینے چلے آتے ہے فرشتے یا شاہ ملک الموت بھی کرتا ہے محبت کی نگاہ
خلد سے شیرِ خدا نکلے ہیں اللہ اللہ لو بر آمد ہوئے شبّر بھی پدر کے ہمراہ
ننگے سر احمدِ مختار کی پیاری آئی
دیکھیے آپ کے نانا کی سواری آئی

۱۳۳

قبلہ رو کیجیے لاشہ میرا اَے قبلہِ دیں پڑھیے یسٰین کہ اَب ہے مرا دم باز پسیں
کوچ نزدیک ہے اَے بادشہِ عرش نشیں لیجیے تن سے نکلتی ہے میری جان حزیں
بات بھی اَب تو زباں سے نہیں کی جاتی ہے
کچھ اُوڑھا دیجیے مولا مجھے نیند آتی ہے

۱۳۴

کہہ کے یہ گود میں شبیر کے لی انگڑائی آیا ماتھے پہ عرق چہرے پہ زردی چھائی
شہ نے فرمایا ہمیں چھوڑ چلے کیوں بھائی چل بسے حرِّ جری پھر نہ کچھ آواز آئی
طائرِ روح نے پروا کی طوبیٰ کی طرف
پُتلیاں رہ گئیں پھر کے شہِ والا کی طرف

۱۳۵

لاش اُٹھا کے شہِ دیں خیمے کے دَر پر آئے پاؤں مہماں کے سنبھالے علی اکبر آئے
غل ہوا خیمہِ اَقدس میں کہ سرور آئے پیچھے پردے کے حرم کھولے ہوئے سر آئے
دخترِ فاطمہؑ سامانِ عزا کرنے لگی
فضہ پردے کے اُدھر آ کے بُکا کرنے لگی

۱۳۶

شاہ چلائے کہ اَے زینبؑ واُمّ کلثومؑ میں بھی مظلوم ہوں مہماں بھی میرا ہے مظلوم

ماں ہے یاں اِس کی نہ خواہر یہ تمھیں ہے معلوم کون لاشے پہ کرے نالہ وفریاد کی دھوم

اَجر ہوگا تمھیں اَشکوں س جو منہ دھووگی

اِس کو یوں روؤ کہ جس طرح مجھے روؤ گی

۱۳۷

کہہ دو کُبریٰ سے کہ ماتم کے لیے کھول دے سر روئے نادان سکینہ اِسے عمّو کہہ کر

جاں گزا بین کرے بانوئے تفتیدہ جگر ہم اِدھر لاش پہ ماتم کریں تم روؤ اُدھر

غل ہے فریاد کا آوازِ بکا آتی ہے

سن لو اَمّاں کے بھی رونے کی صدا آتی ہے

۱۳۸

میری جانب سے کہو لاش پہ آئیں سجّادؑ بعد مرنے کے تو ہو روح مرے دوست کی شاد

یہ وصیت میری شیعوں کو ہے رکھیں اِسے یاد ذکرِ حُرُسن کے کریں آہ وفغان وفریاد

جس عزا خانے میں وہ تعزیہ میرا رکھیں

اُس کا ماتم بھی اُسی بزم میں برپا رکھیں

۱۳۹

دوست کے دوست کا غم دوست سدا کرتے ہیں حق محبت کا وفادار اَدا کرتے ہیں

فاتحہ دیتے ہیں سامانِ عزا کرتے ہیں غیر مرجاتا ہے گھر میں تو بکا کرتے ہیں

تھا یہ وہ دوست کہ جاں اِس پہ فدا ہوتی ہے

فاطمہؑ اَپنا پسر کہہ کے اِسے روتی ہے

۱۴۰

سُن کے یہ شور ہوا حُرِ دلاور ہے ہے اَئے مددگارِ جگر بندِ پیمبر ہے ہے

خوں میں سب تر ہے تیرا روئے منور ہے ہے تشنہ وبیکس مظلوم کے یاور ہے ہے

اِدھر آنا تھا کہ تیری اَجل آئی بھائی
گھر میں سادات کے دعوت بھی نہ کھائی بھائی

۱۴۱

بس اَنیس اَب یہ دعا مانگ کہ اَے رَبِّ عباد لکھنؤ کے طبقے کو تو صدا رکھ آباد
رونے والے شہِ والا کے رہیں خلق میں شاد اُن کے سائے میں بَر ومند ہو اُن کی اَولاد
عشرہِ ماہ عزا نالہ کشی میں گزرے
سال بھر شہ کے غلاموں کا خوشی میں گزرے

مرثیہ نمبر ۳

۱
پھوٹا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح	گلزارِ شب خزاں ہوا آئی بہارِ صبح
کرنے لگا فلک زرِ انجم نثارِ صبح	سرگرم ذکرِ حق ہوئے طاعت گزارِ صبح